بیادگار: حضرت مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

خواتین کا ترجمان

ماہنامہ رضوان لکھنؤ

جلد نمبر ۶۲
شمارہ نمبر ۹

ستمبر ۲۰۱۸ء
September 2018

سالانہ زر تعاون

برائے ہندوستان :	۳۰۰ روپے
غیر ملکی ہوائی ڈاک :	۴۰ امریکی ڈالر
فی شمارہ :	۳۰ روپے
لائف ٹائم خریداری :	۸۰۰۰ روپے

نوٹ

خط وکتابت کرتے وقت اپنا خریداری نمبر اور مکمل صاف پتہ ضرور لکھیں، اگر مدت خریداری کے ختم ہونے کے وقت کی پرچی پتہ کی چٹ پر لگی ہو تو براہ کرم مدت خریداری ختم ہوتے ہی رقم ارسال فرمائیں۔ (منیجر)

ایڈیٹر

محمد حمزہ حسنی

مجلس ادارت

میمونہ حسنی
عائشہ حسنی
جعفر مسعود حسنی
محمود حسن حسنی

ڈرافٹ پر RIZWAN MONTHLY لکھیں

زر تعاون اور خط وکتابت کا پتہ

ماہنامہ رضوان
۱۷۲/۵۴، محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ
پن کوڈ: ۲۲۶۰۱۸ - موبائل: ۹۴۱۵۹۱۱۵۱۱

Rizwan (Monthly)
172/54, Mohammad Ali Lane
Gwynne Road Lucknow
Pin:226018- Mobile: 9415911511

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر محمد حمزہ حسنی نے مولانا محمد ثانی حسنی فاؤنڈیشن کے لیے نظامی آفسیٹ پریس میں چھپوا کر دفتر رضوان محمد علی لین سے شائع کیا

کمپوزنگ: ناشر کمپیوٹر، لکھنؤ۔ فون: 9792913331
E-Mail : azizpaitepuri@gmail.com

فہرست مضامین

- اپنی بہنوں سے .... مدیر 5
- حدیث کی روشنی میں .... امۃ اللہ تسنیم 6
- تعلیم کے بعض اہم شعبے .... مولانا خالد سیف اللہ رحمانی 8
- فضائل تہجد: قرآن وحدیث کی روشنی میں .... مفتی محمد وقاص رفیع 12
- ترکی: ستارۂ امید .... پروفیسر محسن عثمانی ندوی 14
- دور غلامی کی واپسی .... محمد عبداللہ بن شمیم ندوی 17
- عورت کا معاشرتی وسیاسی کردار .... افشاں نوید 19
- یوگا ورزش کے نام پر شرک وکفر کو فروغ دینے کی سازش .... محمد ابراہیم قاسمی 23
- آہ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار .... مولانا سید آصف ملی ندوی 26
- نیک صحبت کے فوائد .... مولانا دبیر احمد قاسمی 29
- تزکیہ نفس کی ضرورت .... حضرت مولانا عبیداللہ خالد صاحب مدظلہ 34
- سوال وجواب .... مفتی راشد حسین ندوی 38
- میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟ .... ادارہ 39
- پودینہ: ایک حیرت انگیز جڑی بوٹی .... محترم ایم شفیق احمد 41
- آخری صفحہ .... مولانا قمر الزماں ندوی 42

اپنی بہنوں سے

مدیر

ستمبر کا ''رضوان'' آپ کو اس حال میں مل رہا ہے کہ اللہ کے گھر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر سے حاجی واپس آ رہے ہیں، گناہوں، خطاؤں سے پاک صاف ہو کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں سے سرفراز ہو کر اپنے گھر واپس آ رہے ہیں اور ایک نئی زندگی اب شروع ہونے جا رہی ہے۔

یہ نئی زندگی کیا ہے؟ یہ دراصل ایمان ویقین، نیک، اعمال سے بہرہ ور زندگی ہوگی۔ جس میں ہم کو ہر وقت یہ دیکھنا ہوگا، ہمارا ہر قدم ہر فعل ہر کام اسلامی شریعت کے تابع ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت پر ہمارا عمل ہو، ہم اپنے رشتہ داروں، خاندان والوں اور محلے کے پڑوسیوں کے لئے باعث رحمت ہوں ان کے دکھ درد میں ان کے غمگسار ہوں۔ ہر ایک کی مدد کے لئے ہمہ وقت تیار ہوں۔ ایثار ہمارا شیوہ ہو۔ ہر حال میں ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے ہمارا کردار لوگوں کے سامنے ہو۔

حج کا یہی پیغام ہے اگر حج کرنے کے بعد ہماری زندگی میں کوئی اچھی تبدیلی نہیں آئی اور ہمارے اندر اللہ کی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں بیدار ہوئی تو یہ بہت خسارہ کا سودا ہے اور بہت فکر کرنے کی بات ہے۔

حدیث کی روشنی میں

امۃ اللہ تسنیم

حج کا بیان

حج کی فرضیت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اوّل کلمۂ شہادت "شھادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمداً رسول اللہ" اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا، خانۂ کعبہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری۔مسلم)

حج زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کیا ہے تو تم پر حج کرنا لازم ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہر سال؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے انہوں نے پھر سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر کوئی جواب نہ دیا، پھر انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہر سال؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں تمہارے سوال پر ہاں کہہ دیتا تو تم پر ہر سال کے لئے فرض ہو جاتا، دیکھو جب میں خاموش ہو جاؤں تو تم بھی سوال نہ کرو، اگلی امتیں اپنے انبیاء سے بہت سوال کرنے اور اختلاف کرنے ہی پر ہلاک ہوگئیں۔ جب میں تم کو کسی بات کا حکم دوں اور تم میں اس کے کرنے کی استطاعت ہو تو ضرور کرو اور جس بات سے منع کروں تو اس سے باز آؤ۔ (مسلم)

حج مقبول

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان۔ عرض کیا اس کے بعد فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد۔ عرض کیا پھر۔ فرمایا حج مقبول۔ (بخاری۔مسلم)

عمر بھر کا کفارہ

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس نے حج کیا اور کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا اور فسق و فجور سے باز رہا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جائے گا جیسے آج پیدا ہوا ہے۔ (بخاری۔مسلم)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ سے دوسرے عمرہ تک بیچ کے تمام گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا جنت ہے۔ (بخاری۔مسلم)

عورتوں کا جہاد، حج ہے

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں تو کیا ہم جہاد نہ کیا کریں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے افضل جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری)

عرفہ کی فضیلت

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عرفہ کے روز سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہے۔ (مسلم)

رمضان کا عمرہ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کا عمرہ حج کرنے کے برابر ہے یا یہ فرمایا کہ اس حج کے برابر ہے جو میرے ساتھ کیا جائے۔ (بخاری۔مسلم)

معذور کی طرف سے حج

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حج فرض کیا

میرے باپ پر ایسے زمانہ میں فرض ہوا کہ وہ بالکل بوڑھے ہو گئے، سواری پر ٹھہر نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت لقیطؓ بن عامر سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے باپ بہت بوڑھے ہیں، نہ حج کر سکتے ہیں نہ عمرہ اور نہ چلنے اور سوار ہونے کی قوت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے باپ کی طرف سے حج و عمرہ کر لو۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

بچہ کا حج

حضرت سائبؓ بن یزید سے روایت ہے کہ مرے باپ نے حجۃ الوداع میں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کرایا اس وقت میں سات سال کا تھا۔ (بخاری)

بچے کے حج کا ثواب ماں کو

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روحا (روحا ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے چھتیس میل پر واقع ہے) میں ایک قافلہ سے ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ کون ہو، عرض کیا ہم مسلمان ہیں اور آپ کون ہیں؟ فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں، تو ایک عورت نے (کجاوے سے) بچہ کو اونچا کر کے دکھایا اور عرض کیا، کیا اس کے لئے حج ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہے لیکن ثواب (یعنی اس کو لے جانے میں حج کرانے میں جو تکلیف تم کو ہوگی اس کا اجر ملے گا) تم کو ملے گا۔ (مسلم)

حضرت انسؓ سے روای ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالان پر حج کیا اور وہ آپ کی باربرداری کا اونٹ تھا (یعنی آپ نے ایسے اونٹ پر جس پر زین کی جگہ پالان تھا حج کیا) (بخاری)

حج میں تجارت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عکاظ مجنہ اور ذوالمجاز جاہلیت کے بازار تھے (ان جگہوں میں میلے کے طور پر بازار لگایا کرتے تھے) تو صحابہ کرامؓ نے حج کے موسم میں تجارت کو گناہ سمجھا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلا من ربکم.

تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تم (حج کے دنوں میں) اپنے رب سے رزق چاہو۔ (بخاری)

ایمان کے سب سے افضل عمل

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے افضل ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لانا، عرض کیا پھر، فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد، عرض کیا پھر، فرمایا حج مبرور (مقبول)۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل محبوب ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا پھر، فرمایا ماں باب کے ساتھ بھلائی کرنا، میں نے عرض کیا پھر، فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون سا عمل افضل ہے۔ فرمایا اللہ پر ایمان اور اُس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک پہر دن کو، رات کو، اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے چلنا، دنیا اور دنیا کی ہر چیز سے بہتر ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ کے یہاں سب سے بہتر کون آدمی ہے، فرمایا وہ مؤمن جو اللہ کے راستہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرے، عرض کیا پھر کون، فرمایا وہ مومن جو کسی گھاٹی میں اللہ کی عبادت کرے اور لوگوں سے علاحدگی صرف اس لئے اختیار کرے کہ لوگ اس کے شر سے محفوظ رہیں۔ (بخاری۔ مسلم)

□□□

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

تعلیم کے بعض اہم شعبے

اللہ تعالیٰ نے دوسری مخلوقات کے مقابلہ میں انسان کو جن امتیازی صلاحیتوں سے نوازا ہے، ان میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ اس کے اندر علم کو حاصل کرنے کی صلاحیت ہے، علم کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں خود اپنی صفت علم کا کم سے کم دوسو مواقع پر ذکر فرمایا ہے، حضرت آدم علیہ السلام کو جو اس دنیا کی خلافت عطا کی گئی ہے، وہ اسی لئے کہ ان کے اندر معلومات کو اخذ کرنے کی صلاحیت تھی، چنانچہ حق تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں کے ساتھ ان کا امتحان لیا گیا اور بارگاہِ الٰہی میں ہونے والے اس امتحان میں پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کامیابی سے ہمکنار ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ کی جانب سے کن کن چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا تھا؟ قرآن مجید نے اس سلسلہ میں مختصر لیکن جامع بات کہی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء (ناموں) کے علم سے نوازا گیا تھا "وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا" (بقرۃ:31) اسم کے معنی تو نام کے ہیں جو کسی شئے کی نشاندہی کرتی ہے، لیکن بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد صرف نام نہیں ہے، بلکہ کائنات کی وہ تمام چیزیں ہیں، جن کے نام رکھے جاسکتے ہیں، گویا علم کا جو مخفی خزانہ جہالت کے پردے سے نکل نکل کر باہر آرہا ہے اور جو قیامت تک آتا رہے گا، جن کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے انسان مختلف ناموں سے موسوم کرتا ہے، ان ساری چیزوں کا علم حضرت آدم علیہ السلام کی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے، جن کا ہر دور کی ضرورت کے اعتبار سے ظہور ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

اسلام کی نظر میں بنیادی طور پر علم کی دو قسمیں ہیں، ایک: وہ علم جو انسان کے لئے نفع بخش ہو، خواہ دنیا کے لئے ہو یا آخرت کے لئے اور دوسرے: وہ علم جو بے فائدہ ہو، پہلا علم مطلوب ہے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، اور دوسری قسم کا علم مذموم اور ناپسندیدہ ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے علم نافع کی دُعا کرو اور بے فائدہ علم سے اللہ کی پناہ چاہو۔ "**سلوا اللّٰہ علماء نافعاً، و تعوذوا باللّٰہ من علم لا ینفع**" (سنن ابن ماجہ، عن عبداللہ بن جابر، حدیث نمبر 3843) آج کل انسان کی ہلاکت و بربادی اور دنیا کو تباہ و تاراج کرنے کے جو ہتھیار تیار کئے جارہے ہیں، یہ یقیناً بے فائدہ علم میں شامل ہیں اور سوائے اس کے کوئی ملک دفاع کے لئے اس پر مجبور ہوجائے، اس کو اپنے وسائل تعمیری مقاصد کے بجائے ایسے تخریبی کاموں میں خرچ نہیں کرنا چاہئے، مغربی طاقتیں جس طرح اپنی بہترین صلاحیتیں مہلک ہتھیاروں کے بنانے میں خرچ کررہی ہیں، یقیناً ان کو بدبختی کہا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے علم کی خصوصیت یہ رکھی ہے کہ جیسے ایمان انسان کے لئے بلندی کا ذریعہ ہے، اسی طرح علم بھی افراد اور قوموں کی سربلندی و سرخروئی کی کلید ہے: "**يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا مِنْكُمْ، وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ۔**" (مجادلہ:11) جو لوگ علم سے آراستہ ہوں یا جو قوم علم و دانش کی دولت سے مالا مال ہو، وہ اور جو افراد اور قومیں علم سے محروم ہوں، دونوں برابر نہیں ہوسکتے، "**قل هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون۔**" (الزمر:9) علم کی ضرورت جہاں آخرت کی کامیابی کے لئے ہے،

وہیں دنیا میں باعزت زندگی گزارنے اور بہترین مرتبہ ومقام حاصل کرنے کے لئے بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے انبیاء میں حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کو نبوت کے ساتھ ساتھ حکومت اور حکمرانی کے سلیقہ سے بھی نوازا تھا اور مخلوقات سے متعلق بعض ایسے علوم دیئے گئے تھے، جہاں تک عام انسانوں کی رسائی نہیں ہوتی، حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ علم کی اس دولت سے نواز کر اللہ نے ہمیں بہت سارے مسلمان بندوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے: "**وقالا الحمد لله الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المؤمنین۔**" (النمل:15)

دنیا میں اقتدار میں شرکت، کاروبار حکومت میں شمولیت اور نظم ونسق کی انجام دہی میں بھی علمی بصیرت اور معلومات کا مہیا ہونا ضروری ہے، اسی لئے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب مصر کے حکمراں سے پیشکش کی کہ جو اقتصادی بحران مستقبل میں آنے والا ہے اور جو بظاہر پورے ملک کو دانہ دانہ کا محتاج بنادے گا، اس سے نبرد آزما ہونے کے سلسلہ میں، میں آپ کی مدد کرسکتا ہوں اور آپ کے خزانہ کی ذمہ داری سنبھال سکتا ہوں، تو اس پیشکش کے ساتھ آپ نے یہ دلیل دی کہ میرے اندر سرکاری خزانے کی حفاظت ونگہداشت کی صلاحیت بھی ہے اور میں علم کی دولت سے بہرہ ور بھی ہوں: "**اجعلنی علی خزائن الارض، انی حفیظ علیم۔**" (یوسف:55)

حکومت و اقتدار کی اہمیت ہر ملک میں ہے، لیکن جہاں مسلمان اقلیت کی حیثیت سے رہتے ہوں، وہاں اقتدار میں ساجھے داری اور سرکاری نظم ونسق میں شمولیت مسلمانوں کے ملی بقاء کے لئے بے حد ضروری ہے، کیونکہ عام طور پر اکثریت چاہتی ہے کہ وہ اقلیت کو ہضم کرجائے، اس کے تشخص کو مٹادے، تعلیمی اور معاشی اعتبار سے اس کو پنپنے کا موقع نہیں دے، ہندوستان میں مسلمان اس وقت اسی صورت حال سے دوچار ہیں، ان کی تعلیمی اور معاشی پسماندگی ضرب المثل بن چکی ہے، جس قوم نے اس ملک میں صدیوں حکومت کی، وہ آج ایک بے توقیر گروہ کی حیثیت سے زندگی کا سفر طے کررہی ہے، اس صورت حال سے نکلنے کے لئے جہاں دین سے گہری وابستگی اور باہمی اتحاد ضروری ہے، وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ یہ اُمت علم وتحقیق کے میدان میں آگے بڑھے اور زندگی کے مختلف میدانوں میں مؤثر کردار ادا کرنے کے لائق بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ مسلمان مختلف حادثات سے سبق حاصل کرتے رہے ہیں اور جب بھی کوئی مصیبت اس پر آئی ہے، غمزدہ ہونے کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک نئے حوصلہ کے ساتھ قدم بڑھایا ہے، تقسیم ہند کے بعد سے جب فرقہ وارانہ حملہ شروع ہوا، پولیس اور فسادیوں نے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا سلسلہ شروع کیا، تو 1971ء تک مسلمانوں کی یہ کیفیت رہی کہ لوگ فسادیوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے راہ فرار اختیار کرتے اور بہت سی دفعہ ان کی منزل موجودہ بنگلہ دیش کی سرزمین ہوتی، وہ اس کو اپنے لئے ایک گوشہ عافیت تصور کرتے، لیکن جب پاکستان کی ناعاقبت اندیشی کے نتیجہ میں بنگلہ دیش بن گیا تو انہوں نے محسوس کرلیا کہ بہرحال ان کو اب اسی ملک میں جینا اور مرنا ہے، اس لئے انہوں نے حوصلہ وہمت کو جمع کیا اور اس کی وجہ سے فسادات کے نتائج اور آبادی کے ارتکاز میں ایک مثبت تبدیلی ظاہر ہونے لگی، پھر 1972ء میں جب حکومت ہند نے متبنّیٰ سے متعلق ایک ایسا قانون لانے کی کوشش کی جو شریعت اسلامی سے متصادم تھا اور مسلمانوں نے محسوس کیا کہ حکومت جان ومال کے بعد اب مسلمانوں کے دین وشریعت پر بھی ہاتھ ڈالنا چاہتی ہے، تو انہوں نے اپنے باہمی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے ایک ساتھ بیٹھنے اور مشترکہ مسائل کے لئے متحدہ جدوجہد کرنے کا سبق سیکھا اور اس طرح آل انڈیا مسلم پرسنل

لابورڈ جیسا متحد پلیٹ فارم وجود میں آیا۔

1992ء میں بابری مسجد کی شہادت کا وہ اندوہناک واقعہ پیش آیا جس نے پوری ملتِ اسلامیہ کو ہلا کر رکھ دیا، ان حادثات کے بعد مسلمانوں نے ایک نئی کروٹ لی، انہوں نے محسوس کیا کہ ان کو قصداً انصاف سے محروم رکھا جاتا ہے اور وہ خود اپنی جدوجہد کے ذریعہ ہی اس ملک میں ایک باوقار اُمت کی حیثیت سے زندگی گزار سکتے ہیں، چنانچہ ملک کے مختلف علاقوں میں تعلیمی اور معاشی جدوجہد شروع ہوئی، مسلمانوں نے سرکاری ملازمت پر تکیہ کرنے کے بجائے تجارت، چھوٹی صنعت اور بیرون ملک ملازمت پر توجہ دی، غیر سودی قرض کے ادارے قائم کئے اور ان کے ذریعہ مسلمانوں کو روزگار کے اعتبار سے خود مکتفی بنانے کی کوششیں کی گئیں، بحمداللہ ان کوششوں کے بہتر اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

تعلیم کی طرف بھی مسلمانوں کی توجہ بڑھی ہے، انہوں نے پرائمری سے لے کر ڈگری اور پی جی کی سطح کے ہزاروں ادارے قائم کئے ہیں، ملک کے مختلف حصوں میں اور خاص کر جنوبی ہند میں پیشہ ورانہ تعلیم کے بہت سے ادارے قائم کئے، اب ہزاروں کی تعداد میں مسلمان طلبہ میڈیکل، انجینئرنگ، ایم بی اے، ایم سی اے اور آئی ٹی وغیرہ کی سندیں لے کر نکل رہے ہیں، اگرچہ اعلیٰ تعلیم کے بیشتر ادارے ملک کے جنوبی علاقہ میں قائم ہیں، لیکن ان کا فائدہ پورے ملک کے نوجوان مسلمانوں کو پہنچ رہا ہے، یہ یقیناً ایک خوش آئندہ بات ہے اور اُمید ہے کہ مستقبل میں اس کے بہتر اثرات مرتب ہوں گے۔

لیکن غور کرنے کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ عصری تعلیم کے جن شعبوں کی طرف مسلمانوں کی توجہ بڑھی ہے، عام طور پر اس کا فائدہ ان کی ذات یا ان کے خاندان کو پہنچ سکے گا، اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس دور میں خاندان کا تصور بہت محدود ہو گیا ہے، بیوی بچوں کے سوا بمشکل والدین کو اس میں شامل کیا جاتا ہے، بھائی بہن کا تو ذکر ہی کیا ہے، تعلیم کے ان شعبوں سے فارغ ہونے والے نوجوان اپنی آپ کو سکہ ڈھالنے کی مشین سمجھتے ہیں، قومی و ملی مسائل سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہوتا، اس لئے یہ ایک حقیقت ہے کہ ان کی تعلیم ملت کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچا رہی ہے، بلکہ جو لوگ ایسے نوجوانوں پر بطور تعاون اپنا سرمایہ خرچ کرتے ہیں، وہ بھی محسوس کرنے لگے ہیں کہ ملک کا سرمایہ ان پر خرچ کیا جا رہا ہے، ملت کو اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے اور ایک ایسا گروہ تیار ہو رہا ہے جس کی اکثریت خود غرضی اور مادہ پرستی میں مبتلا ہو جاتی ہے، کاش کہ جو تنظیمیں تعلیم کے ان شعبوں میں نوجوانوں کو امداد فراہم کرتی ہیں، وہ ان کی اخلاقی اور فطری تربیت کی طرف بھی توجہ دیں۔

لیکن اس وقت ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ عصری تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کو ان شعبوں میں لایا جائے، جو فکر سازی، ملت کے مسائل کی ترجمانی، انصاف کے حصول اور ان کے نظم ونسق میں شمولیت کو آسان بنا سکیں، اس سلسلہ میں خصوصی طور پر بعض شعبوں کا ذکر کرنا مناسب ہوگا، جیسے قانون کا شعبہ ہے، سپریم کورٹ میں اچھے مسلم وکلاء جن کا عدالت میں وزن محسوس کیا جائے، نہ کے برابر ہیں، ہائی کورٹوں کا حال بھی اس سے کچھ مختلف نہیں ہے، اسی لئے عدالتوں میں مسلمان ججس کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے، بعض لوگوں کا احساس ہے کہ ملک کا یہ سب سے معزز ترین ادارہ فرقہ پرستی کے زہر سے مسموم ہوتا جا رہا ہے اور بعض دفعہ انصاف کو شرمسار ہونا پڑتا ہے، اگر قانون کے شعبہ میں ہماری مؤثر نمائندگی نہیں رہے گی تو ہمارے لئے انصاف کی جنگ جیتنا دشوار سے دشوار تر ہوتا چلا جائے گا۔

اسی طرح موجودہ دور میں ذرائع ابلاغ، بالخصوص انگریزی اور مقامی زبان کے میڈیا کی بڑی اہمیت ہے، اس کے بغیر پروپیگنڈہ کی جنگ میں عزت وآبرو کا بچانا مشکل ہے، ایسے انگریزی دانوں کی بھی ضرورت ہے، جن کو انگریزی کے معتبر

ادیب اور مصنف کا درجہ حاصل ہو اور قومی سطح پر ان کو پذیرائی حاصل ہو، ڈاکٹر جسم کا علاج کرسکتا ہے، انجینئر بلڈنگیں اور مشینیں بنا سکتا ہے، لیکن فکر سازی کا کام اچھے جرنلسٹ اور باصلاحیت مصنف اور ماہر تاریخ داں کے ذریعہ ہی انجام پا سکتا ہے، لیکن ان شعبوں سے مسلمان طلبہ کٹے ہوئے ہیں اور اسی لئے مسلمانوں میں عصری علوم کے حامل ایسے ماہرین نہیں رہے، جو مسلمانوں کے نقطۂ نظر کو دلیل، زبان و بیان کی قوت، منطقیت و معقولیت اور خوش سلیقگی کے ساتھ پیش کرسکیں، ذرائع ابلاغ مسلمانوں کے تئیں ایسا کردار ادا کرتے ہیں کہ گویا وہ مسلمانوں کے بالمقابل اپوزیشن ہوں، تاریخ ایسی مرتب کی جارہی ہے جس میں مسلمانوں سے متعلق نفرت کے جذبات اُبھارے جارہے ہیں، زبان و بیان کے اعتبار سے معیاری اور مقبول کتابیں اس انداز کی آرہی ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں غلط فہمیوں کو جنم دیتی ہیں۔

خاص طور پر سول سروسیز کا ذکر کروں گا، جس میں مسلمانوں کا تناسب نہایت حقیر ہے اور یہ تعداد کی کمی اس لئے نہیں ہے کہ مسلمان کی زیادہ تعداد شریک ہوتی ہو اور نسبتاً کم تعداد کامیاب ہوتی ہو، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ امتحان میں شریک ہونے والے مسلمان امیدواروں ہی کی تعداد کم ہوتی ہے اور شرکت کے اعتبار سے کامیابی کا تناسب عام طور پر وہی ہوتا ہے، جو اکثریت کا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسئلہ ''کم صلاحیت'' ہونے کا نہیں ہے، بلکہ کم ہمتی، پست حوصلگی اور جدوجہد میں کمی کا ہے، نیز مزاج یہ بن گیا ہے کہ اعلیٰ ترین منزل پر پہنچنے کے بجائے اسی مرحلہ پر اکتفا کرلیا جائے، جس سے کمائی ہونے لگے اور مرفہ الحالی حاصل ہوجائے، حالانکہ جو لوگ اس مقام تک پہنچتے ہیں، وہ ملت کو انصاف دلانے میں ایک اہم رول ادا کرسکتے ہیں اور سیاسی نمائندوں سے بھی بڑھ کر وہ قوم و ملت کے لئے اپنی خدمت انجام دے سکتے ہیں۔

اس لئے ضرورت ہے کہ اب تعلیم کے ان شعبوں کی طرف توجہ دی جائے، نوجوانوں کی اس سلسلہ میں حوصلہ افزائی کی جائے اور انہیں اس لائق بنایا جائے کہ ان کی صلاحیت کا فائدہ صرف ان کی ذات یا ان کے خاندان تک محدود نہ رہے، بلکہ پوری ملت کو ان کا نفع پہنچے، وہ صرف نوٹ چھاپنے والی مشین بن کر نہ رہ جائیں، بلکہ وہ ملت کی سرفرازی و سرخروئی کا ذریعہ بنیں۔

ooo

مطبوعات

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ندوۃ العلماء لکھنؤ

نام کتاب	قیمت
تاریخ دعوت وعزیمت ۹ (جلدیں)	2800/-
Saviours of Islamic Spirit	630/-
Tafisr-ul-Qur'an (1-4)	1050/-
نبی رحمت (اردو)	400/-
نبی رحمت (ہندی)	250/-

نبی رحمت (انگریزی)	250/-
رہبر انسانیت (اردو)	260/-
رہبر انسانیت (ہندی)	250/-
رہبر انسانیت (انگریزی)	250/-
کل میزان	6140/-
خصوصی رعایت کے بعد صرف	3000/-

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام سے حاصل کرسکتے ہیں۔

Academy of Islamic Research & Publications
Nadwatul Ulama, Lucknow
Phone : 0522-2741539, Mobile : 9889378176
A/c No. 10863759700, State Bank of India
Main Branch Lucknow. IFS Code. SBIN0000125

مفتی محمد وقاص رفیع

فضائل تہجد

قرآن وحدیث کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دُنیا میں صرف اور صرف اپنی عبادت، اپنی معرفت اور اپنی پہچان کروانے کے لئے بھیجا ہے، تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی بندگی کرکے اس کی ذات کو بیان کرکے اور اس کی معرفت حاصل کرکے اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرلے اور پھر آخرت کی ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی عیش وعشرت اور راحت و آرام میں بسر کرے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ نے اپنے تمام شعبہ ہائے زندگی، معاشرت وخشیت، غمی وخوشی، تنگ دستی وفراوانی اور اپنی حرکات وسکنات اور نشست وبرخاست کے ہر وقت اور ہر لمحہ میں اس عظیم مقصد کو اپنے سامنے رکھا اور اس کے اختیار کرنے میں ہمیشہ وہ کوشاں رہے، وہ دُنیوی کاروبار، زراعت و تجارت، صنعت وحرفت وغیرہ بھی کرتے تھے، لیکن اُن کے دل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی محبت و الفت میں مست وسرشار رہتے اور کسی وقت بھی اُس کی یاد سے غافل نہیں رہتے تھے۔

ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے: ”ترجمہ: (یہ وہ لوگ ہیں کہ) جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے، نہ نماز قائم کرنے اور نہ زکوٰۃ دینے سے۔“ (النور-24/37) (ترجمہ مفتی تقی عثمانی)

یہی وہ لوگ ہیں جو رات جیسے پرسکون وقت میں بھی راحت وآرام کے بجائے اپنے محبوب حقیقی کے سامنے عبادت وبندگی کے لئے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور نماز میں اُس کے سامنے راز ونیاز میں مشغول ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انہی لوگوں کا قرآن مجید میں مختلف انداز میں ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے: ”ترجمہ: اُن کے پہلو (رات کے وقت) اپنے بستروں سے جدا رہتے ہیں، وہ اپنے رب کو ڈر اور اُمید (کے ملے جلے جذبات) کے ساتھ پکار رہے ہوتے ہیں اور ہم نے اُن کو جو رزق دیا ہے وہ اُس میں سے (نیکی کے کاموں میں) خرچ کرتے ہیں، چنانچہ کسی متنفس کو کچھ پتہ نہیں کہ ایسے لوگوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان اُن کے اعمال کے بدلے میں چھپا کر رکھا گیا ہے۔“ (السجدۃ:32/16، 17)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: ”ترجمہ: وہ رات کے وقت کم سوتے تھے، اور سحری کے اوقات میں وہ استغفار کرتے تھے۔“ (الذاریات:51/18،18)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ”ترجمہ: اور (رحمان کے بندے وہ ہیں) جو راتیں اس طرح گزارتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی) سجدے میں ہوتے ہیں اور (کبھی) قیام میں۔“ (الفرقان:25/64)

ایک جگہ ارشاد ہے: ”ترجمہ: بھلا (کیا ایسا شخص اُس کے برابر ہوسکتا ہے) جو رات کی گھڑیوں میں عبادت کرتا ہے، کبھی سجدے میں، کبھی قیام میں آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے پروردگار سے رحمت کا اُمیدوار ہے؟ کہو کہ: کیا وہ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے، سب برابر ہیں؟“ (الزمر:39/9)

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے: ”ترجمہ: بے شک رات کے وقت اُٹھنا ہی ایسا عمل ہے جس سے نفس اچھی طرح کچلا جاتا ہے اور بات بھی بہتر طریقے پر کہی جاتی ہے۔“ (المزمل:73/6)

ایک جگہ اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں: ”ترجمہ: اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارا پروردگار جانتا ہے کہ تم دوتہائی رات کے قریب اور کبھی

آدھی رات اور کبھی ایک تہائی رات (تہجد کی نماز کے لئے) کھڑے ہوتے ہو اور تمہارے ساتھیوں میں بھی ایک جماعت (ایسا ہی کرتی ہے)۔" (المزمل:20/73)

ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں: "ترجمہ: اور رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھا کرو، جو تمہارے لئے ایک اضافی عبادت ہے، اُمید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہیں "مقام محمود" تک پہنچائے گا۔" (بنی اسرائیل:79/17)

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی تہجد کی نماز پڑھنے کے بے شمار فضائل اور مختلف قسم کی ترغیبات وارد ہوئی ہیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تریف لائے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑنے لگے اور کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں، میں بھی لوگوں کے ساتھ آیا؟ تاکہ دیکھوں (کہ واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں یا نہیں؟) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک دیکھ کر کہا یہ چہرہ جھوٹے شخص کا نہیں ہوسکتا وہاں پہنچ کر جو سب سے پہلا ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا وہ یہ تھا کہ لوگو! آپس میں سلام کا رواج ڈالو اور (غرباء کو) کھانا کھلاؤ اور صلہ رحمی کرو اور رات کے وقت جب سب لوگ سوتے ہوں (تہجد کی) نماز پڑھا کرو، تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔" (قیام اللیل)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں (جو آبگینوں کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں) اُن کے اندر کی سب چیزیں باہر سے نظر آتی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ کن لوگوں کے لئے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اچھی طرح سے بات کریں اور (غرباء) کو کھانا کھلائیں اور ہمیشہ روزے رکھیں اور ایسے وقت میں رات کو تہجد پڑھیں جب کہ لوگ سورہے ہوں۔" (ترمذی، ابن ابی شیبہ)

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "تم رات کے جاگنے کو لازم پکڑو، کیونکہ یہ تم سے پہلے صالحین اور نیک لوگوں کا طریقہ ہے اور رات کا قیام اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب کا ذریعہ ہے اور گناہوں کے لئے کفارہ ہے اور گناہوں سے روکنے اور حسد سے دور کرنے والی چیز ہے۔" (قیام اللیل)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "تین قسم کے آدمیوں سے حق تعالیٰ شانہٗ بہت خوش ہوتے ہیں، ایک اُس آدمی سے جو رات کو (تہجد کی نماز کے لئے) کھڑا ہو، دوسرا اُس قوم سے جو نماز میں صف بندی کرے، اور تیسرے اُس قوم سے جو جہاد میں صف بنائے (تاکہ کفار سے مقابلہ کرے)۔" (قیام اللیل)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: "رمضان کے روزے کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والا روزہ محرم کا ہے اور فرض نماز کے بعد سب سے زیادہ فضیلت والی نماز رات کے وقت (تہجد) کی ہے۔" (مسلم، مشکوٰۃ)

پرانے وقتوں میں نماز تہجد بڑی کثرت اور اہتمام کے ساتھ پڑھنے کا رواج تھا، گھر کے بڑے بوڑھے، مختلف افراد، مرد و عورتیں رات کے پچھلے پہر بستر چھوڑتے، ٹھنڈے، گرم پانی سے وضو کرتے، پھر مرد حضرات مسجد کی طرف چل دیتے اور خواتین گھروں میں مخصوص جگہوں پر تہجد کی نماز ادا کرنے کا اہتمام کرتیں اور یہ لوگ سپیدۂ سحر نمودار ہونے تک اسی طرح اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ راز و نیاز میں ہمہ تن معروف اور منہمک رہتے، لیکن آج بہت دُکھ اور افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ جب سے نت نئی ایجادات ٹی وی، وی سی آر، ڈش اور انٹرنیٹ بالخصوص فیس بک وغیرہ متعارف ہوئی ہیں، تب سے ہم مسلمانوں سے ہمارا یہ دینی ورثہ مکمل طور سے چھوٹ گیا ہے، اور ہمارے آج کل کے نوجوان لڑکے، لڑکیاں رات گئے تک ان نت نئی ایجادات سے محظوظ ہوتے رہتے ہیں اور پھر جب سحری اور تہجد کا مبارک وقت شروع ہو رہا ہوتا ہے تب اس نسل نو کے لہو ولعب کا وقت ختم ہو رہا ہوتا ہے اور ان کی آنکھیں میٹھی نیند کے ہچکولے لے رہی ہوتی ہیں۔

○○○

ترکی: ستارہ امید

پروفیسر محسن عثمانی ندوی

ترکی میں رجب طیب اردغان نے الیکشن جیت لیا ہے اور اپنی پوزیشن 8 سال کے لئے مضبوط کرلی ہے، عوام نے اصلاحات کے لئے ان پر اعتماد کیا ہے اور اب رجب طیب اردغان ترکی کے دستور کو جو کمال اتاترک کے وقت سے مخالف اسلام چلا آرہا تھا اب زیادہ بہتر اور حامی اسلام بنا سکیں گے۔ یہ وہی ترکی ہے جہاں 1950ء میں پہلے عدنان مندریس نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا اور سیکولر اور شوریدہ سر دریا کی لہروں کے خلاف چلنا چاہا تھا اور ان کی کوششوں سے عربی زبان میں گلبانگ اذان ترکی کی فضاؤں میں گونجی تھی اور قرآن مجید اور عربی زبان کی تعلیم کی اجازت ملی تھی لیکن یہ اصلاحات فوج کے سرغنہ قائدین کو برداشت نہ ہوسکیں اور عدنان مندریس کو دار ورسن کی سزا دی گئی تھی اور جب نجم الدین اربکان کی حزب السلام نے 1977ء میں حکومت قائم کی اور اللہ اکبر کا نعرہ فضا میں گونجا اور سیرت النبی کے جلسے ایک عرصہ دراز کے بعد منعقد ہونے لگے تو پھر دشمنان اسلام نے 1980ء میں اربکان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا تھا اور ان کی اسلامی اصلاحات کو ختم کردیا تھا، لیکن ترکی میں اب اسلام پسندوں کی پیہم فتح و کامرانی کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ مؤمن کو درگاہ حق سے شکوہ ترکمانی دوبارہ حاصل ہونے والا ہے۔ لیکن دوسری طرف عربی سرزمین کے حکمراں ہیں جنہوں نے شہر دل کے تمام دروازوں کو مقفل کرلیا ہے اور ترکی میں اس تبدیلی یا انقلاب کا کوئی خیر مقدم نہیں کیا ہے اور نہ اردغان کی کامیابی کی پذیرائی کی ہے۔ رجب اردغان کی جیت ترکی کے عوام کی جیت ہے، عوام کے وہ محبوب لیڈر ہیں کیونکہ انہوں نے ترکی کو اقتصادی اور صنعتی ترقی کی شاہراہ پر ڈال دیا ہے۔ اردغان کی مقبولیت عربوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی ہے، ترکی میں رجب طیب اردغان اور ان کی پارٹی کی فتح اندھیروں کے درمیان ستارہ امید کی حیثیت رکھتی ہے، بہت مدت سے مسلمانوں کے اقبال مندی اور فتح ونصرت کا چاند سیاہ بختی کے بادلوں میں چھپ گیا ہے ہر طرف اندھیرا ہے، خزاں کا دور دورہ ہے کہیں سے نسیم جاں فزا کا جھونکا ملت کے باغ وراغ میں نہیں آتا ہے، بیت المقدس کہیں ہاتھ سے نکلا تو اس کا غم اور بار الم بھی کہیں عرب دنیا میں نظر نہیں آتا ہے وہ تمام خطۂ زمین جہاں مسلمان بستے ہیں لہولہان ہے، مسلمان بستیوں کو آتشیں بموں کا نشانہ بنایا جارہا ہے مسلم ملکوں میں لاشوں کے انبار لگے ہوئے ہیں ہر جگہ بہار عرب خزاں سے بدل گئی ہے۔ مسلمانوں کا نخل تمنا بے رطب رہ گیا ہے شجر آرزو بارآور نہیں ہوسکا ہے دل کے پھول کھل نہیں سکے ہیں، خلیجی ملکوں نے بڑی طاقتوں کے ساتھ مل کر بہار عرب کا راستہ بند کردیا، بقول کلیم عاجز۔ ع

کچھ دور ہی بہار چمن آکے رہ گئی
ابھری نہ تھی کہ آرزو مرجھا کے رہ گئی
پھیلائے ہاتھ شاخ نے پھیلا کے رہ گئی
خوشبوئے گل نہ جانے کہاں جاکے رہ گئی
اک عمر گذری حسرت فصل بہار میں
اب تک تڑپ رہے ہیں اسی انتظار میں

ہماری عرب دنیا بھی عجیب دنیا ہے، عرب کی رسم وروایت بھی غضب کی رسم و روایت ہے دنیا میں ہر جگہ جمہوری نظام حکومت ہے لیکن عرب دنیا میں استبدادی اور موروثی نظام حکومت رائج ہے دنیا میں ہر جگہ اظہار خیال کی آزادی ہے عرب دنیا میں اظہار خیال پر پابندی ہے۔ دنیا میں ہر

جگہ اختلاف کرنے کا اور احتجاج کرنے کا ہر شخص کو حق حاصل ہے عرب دنیا میں صرف شیوہ تسلیم و رضا کا حق حاصل ہے۔ اختلاف خیال کا حق حاصل نہیں ہے، بیسویں اور اکیسویں صدی کے مسلمانوں نے جب دنیا میں آزادی اور جمہوریت کا منظر دیکھا اور جب ان کو یہ احساس ہوا کہ اسلام کی ابتدائی تاریخ میں بھی حکمران کا انتخاب ہوتا تھا تو انہوں نے بھی اسلام کے نظام حکومت کا مطالبہ شروع کیا، یہ مطالبہ عرب حکومتوں کے جابر و ظالم حکمراں برداشت نہ کرسکے، انہوں نے بین الاقوامی طاقتوں کے اشاروں پر عرب ملکوں میں انقلاب کی کوششوں کو ناکام بنادیا، دراصل مغربی طاقتیں اسلام کو برسر اقتدار دیکھنا نہیں چاہتی ہیں عرب حکمراں ''ہزماسٹر وائس'' بن کر بڑی طاقتوں کے اشاروں پر عمل کرتے ہیں، مسلم ملکوں میں جہاں جہاں انقلاب کا لاوا پھوٹا ترکی نے انقلاب کا ساتھ دیا اور عرب حکمرانوں نے ہر جگہ انقلاب کو ناکام بنانے کی کوشش کی۔ بغاوت کا شرارہ سب سے پہلے تیونس میں پھوٹا اور زین العابدین کی استبداری حکومت کے خلاف عوام کھڑے ہوئے۔ ایک خلیجی ملک نے ظالم حکمراں زین العابدین کو پناہ دی اور رجب طیب اردغان نے اس موقعہ پر یہ حرف حق کہا تھا کہ تیونسی قوم نے شرق اوسط میں انقلاب اور تبدیلی کے دروازے کھول دیئے ہیں ہم کوشش کریں گے تیونس کی مختلف میدانوں میں مدد کریں۔ اردغان نے صرف زبانی بیان دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک ماہ کے بعد اپنے وزیر خارجہ احمد داؤد غلو کو رسمی طور پر تیونس روانہ کردیا۔

مصر کے انقلاب کی ابتداء 2011 میں ہوئی تیونس کے عوام کی کامیاب بغاوت سے شہ پاکر مصر کے عوام بھی حسنی مبارک کے خلاف کھڑے ہوگئے۔ اردغان نے مصری عوام کے مطالبات کی حمایت کی انہوں نے حسنی مبارک سے جمہوری طریقہ سے انتخاب کرانے پر زور دیا۔ اردغان نے مصر، تیونس اور لیبیا میں خارجی مداخلت سے بھی باخبر کیا۔ 4 مارچ کو ترکی کے صدر عبداللہ گل نے مصر کا دورہ کیا اور انہوں نے الاخوان المسلمون کے مرشد عام ڈاکٹر محمد بدیع سے ملاقات کی اور رجب طیب اردغان نے جون 2011ء میں استنبول میں مصر کے انقلابی نوجوانوں کے وفد کا استقبال کیا اور نوجوانوں کو پیغمبرانہ اخلاق سے متصف ہونے پر ابھارا۔ لیبیا کے انقلاب کے موقعہ پر بھی اردغان کا موقف مصر اور تیونس سے مختلف نہ تھا، انہوں نے معمر القذافی سے اقتدار سے الگ ہوجانے کا مطالبہ کیا اور صاف کہہ دیا کہ لیبیا کسی فرد واحد اور کسی خاندان کی ملکیت نہیں ہے۔ شام کے انقلاب کی کوششوں میں بھی انہوں نے بشار کے خلاف سخت موقف اختیار کیا اور اپنے ہی عوام کو تہ تیغ کرنے پر سرزنش کی اور چالیس لاکھ شامی مہاجرین کو اپنی سرزمین میں پناہ دی اور ان کے قیام و طعام کا بندوبست کیا اور خیر القرون کی اخوت اسلامی کی یاد تازہ کردی ہے۔ انقلاب یمن میں بھی اردغان نے علی عبداللہ صالح سے فوراً اقتدار چھوڑنے کا مطالبہ کیا۔ اسرائیل سے متعلق بھی ترکی کا موقف عرب حکمرانوں کے برخلاف مسلمانوں کے جذبات کا آئینہ دار ہے۔ ترکی کے فوجی حکومت کے زمانے سے اسرائیل کے ساتھ سفارتی روابط ہیں لیکن اردغان نے 2009ء میں ایک فوجی مشق کو اپنی سرزمین پر اس لئے ملتوی کردیا کہ اس میں اسرائیلی طیارے بھی حصہ لینے والے تھے اور انہوں نے یہ بیان دیا کہ ہم جہازوں کی شرکت نہیں چاہتے جنہوں نے بچوں اور بے گناہ شہریوں پر غزہ میں بمباری کی، انہوں نے فلسطینی قائد اور حماس کے لیڈر اسماعیل ہنیہ کو یقین دہانی کی کہ ہم آپ کی مدد کرتے رہیں گے چاہے اس کی جو بھی قیمت ہم کو چکانی پڑے، اس کے مقابلہ میں عرب حکمراں ہیں جو امریکہ اور اسرائیل کے ہمنوا ہیں اور حماس کو دہشت گرد تنظیم قرار دیتے ہیں۔

رجب طیب اردغان کی سرگشت حیات پر عربی زبان میں مفصل کتاب آچکی ہے اردو والوں کے لئے اس کا شگفتہ اور سلیس ترجمہ ڈاکٹر محمد طارق ایوبی نے کردیا

ہے۔ ذوق سلیم رکھنے والوں کو اس کتاب کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے۔ اس کتاب سے معلوم ہوتا ہے کہ رجب طیب اردغان کمال اتاترک کے بچھائے ہوئے کانٹوں پر چلنے کا کام کتنی احتیاط کے ساتھ کر رہے ہیں۔
اس وقت عرب دنیا سے کہیں کوئی امید افزا خبر نہیں آتی ہے۔ مصر میں عبدالفتاح سیسی نے حسنی مبارک اور جمال عبدالناصر کے ظلم کی یاد تازہ کردی ہے۔ خلیجی ملک امریکہ اور اسرائیل کی گود میں گر گئے ہیں وہاں کا ایک بداطوار شہزادہ دیار حرم کو لندن اور واشنگٹن بنانا چاہتا ہے۔ اس وقت حرم کی پاسبانی کے لئے دنیا کے تمام مسلمانوں کو ایک ہونا چاہئے۔ شیطان کے خلاف جنگ ہر فرد ملت کا دینی فریضہ ہے۔ کچھ امیدیں وابستہ ہیں تو ترکی سے ہیں۔ ترک نادان نے جب سے خلافت کی قبا چاک تھی سحر کے آثار اب نمودار ہو رہے ہیں۔ رجب طیب اردغان امید کا ستارہ اور ملک میں احیائے اسلام کا استعارہ بن گئے ہیں۔ رجب طیب اردغان جب استنبول کے میر تھے تو انہوں نے ترکی زبان میں اشعار جلسہ میں پڑھے تھے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے:
”مسجدیں ہماری بیرکیں ہیں، گنبد ہمارا ہلمٹ ہے، مینار ہمارے نیزے ہیں، نمازی ہمارے لشکر ہیں یہ وہ مقدس فوج ہے جو اپنے دین کی حفاظت کرتی ہے۔“

رضوان کے سالانہ خریداروں سے گزارش

یہ بات آپ کے علم میں ہے کہ ماہنامہ رضوان کی اشاعت خالص تبلیغی مقاصد کو پیش نظر رکھ کر کی جاتی ہے۔ کوئی تجارتی کاروباری مفاد اس اشاعت میں پیش نظر نہیں ہے۔ چنانچہ ۴۰ صفحات کے اس رسالے کی قیمت انتہائی کم (فی شمارہ صرف تیس روپئے اور سالانہ خریداری -/300 روپے) ہے۔ ہمارے پیش نظر نفع بخش کاروبار نہیں بلکہ ہم اپنے وسائل میں رہتے ہوئے رضوان کے ذریعے بیش بہا مضامین شائع کرتے ہیں۔ اس ضمن میں رضوان کے سالانہ خریدار بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اگر تمام سالانہ خریدار اپنی ذمہ داری محسوس کرتے ہوئے بروقت اپنی سالانہ رقوم ”ادارہ رضوان“ کو بھیج دیں تو وہ بھی ہماری ان تبلیغی کوششوں میں معاون ہوں گے۔

سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ مدت خریداری ختم ہونے پر زر سالانہ کی ترسیل میں جلدی فرمائیں۔ ہر ماہ سرخ نشان کے ذریعہ ان کو اطلاع دی جاتی ہے۔ اور منی آڈر فارم بھی روانہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ یاددہانی ہو سکے۔

یاد رکھئے! زر سالانہ کی بروقت عدم وصولی سے ادارے پر مالی بوجھ بڑھتا ہے اور پچھلے کچھ عرصے سے اس میں اضافہ ہی ہوا ہے لہٰذا سالانہ خریداروں سے گزارش ہے کہ رضوان کی مدت خریداری ختم ہوتے ہی زر سالانہ کی ادائیگی کریں تاکہ ادارے پر مالی بوجھ نہ پڑے بصورت دیگر اگر آئندہ ”رضوان“ خریدنا نہیں چاہتے، تب بھی خط لکھ کر یا بذریعہ فون اس بارے میں دفتر رضوان کو مطلع فرمادیں۔ نیز اپنا خریداری نمبر یا جس نام سے رسالہ جاری ہے وہ پتہ صاف اور خوشخط ضرور لکھیں۔ آپ کا تعاون اس دینی سعی و کاوش میں ہمارے لئے نہایت اہم اور ”رضوان“ کے معیار میں اضافے کے ساتھ آپ کیلئے کار خیر کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

قارئین رضوان سے گذارش ہے وہ اپنا سالانہ چندہ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں جمع کر سکتے ہیں۔

Bombay Mercantile Co-operative Bank, Lucknow-18

Name of Account "RIZWAN MONTHLY", Account No. : 20511010005299

IFSC Code : UTIBOSBMCBI

نوٹ: رقم ڈالنے کے بعد دفتر کو مطلع ضرور کریں ورنہ رقم آپ کے کھاتہ میں منتقل نہ ہوگی۔ اس نمبر پر مطلع کریں Cantt. No. : 9415911511

محمد عبداللہ بن شمیم ندوی

دورِ غلامی کی واپسی

آج ملک میں بڑھتی افراتفری، وبے اطمینانی نے ملک میں خوف ودہشت کا ماحول پیدا کردیا ہے، ملک کے باشندے اپنے ہی ملک میں خود کو غیر محفوظ محسوس کرنے لگے ہیں۔ ملک کے تمام باشندوں کو ایک خاص فکر وتہذیب اور خاص نظریہ کے دائرے میں بہ جبر شامل کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں، لوگوں کو مذہب اور قوم کے نام پر ایسا افیم دیا جارہا ہے جس نے ان کی سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیتوں کو ختم کردیا ہے اور ان پر ایک مجنونانہ کیفیت طاری ہوگئی ہے۔ ان خاص قسم کے نظریات کو گھر گھر پہنچانے اور عوام کے ذہنوں میں اتارنے کے لئے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کا بھرپور استعمال کیا جارہا ہے، محب وطن اور ان سے اختلاف کرنے والوں کو غدار قوم ووطن باور کرایا جارہا ہے۔ حالات اتنے سنگین ہوگئے ہیں کہ اس سوچ کے مخالفین اور اس کے ناقدین پر جان لیوا حملے ہورہے ہیں اور بسا اوقات انہیں اپنی مخالفت کی قیمت جان دے کر چکانی پڑرہی ہے۔

اس ملک میں مسلمان آئے تو انہوں نے دیکھا کہ جن انسانوں کو اللہ نے آزاد پیدا کیا تھا انہیں یہاں کے ایک خاص طبقے کا غلام بنادیا گیا ہے۔ اس وقت ہندوستان مختلف راجواڑوں میں بٹا ہوا تھا اور راجاؤں نے اپنی رعایا پر ظالمانہ قوانین لاگو کرر کھے تھے۔ مثلاً راجہ داہر اور اس کا باپ راجہ چچ نے اپنے علاقے کے دلتوں کو نہایت ذلیل وخوار کرر کھا تھا۔ چنانچہ، ڈاکٹر راجندر پرشاد لکھتے ہیں۔ ”داہر کا باپ راجہ چچ ایک متعصب حکمراں تھا اس نے اپنی رعایا کے ایک حصہ کے لئے سخت اور جابرانہ قوانین نافذ کیئے تھے، انہیں ہتھیار رکھنے، ریشمی کپڑے پہننے اور گھوڑوں پر زین ڈال کر سوار ہونے کی ممانعت کردی تھی، اور حکم دیا تھا کہ وہ ننگے سر اور ننگے پاؤں کتوں کو ساتھ لے کر چلا کریں۔“ مسلمانوں نے اس ظالمانہ نظام کے خاتمے کی کوششیں کیں اور جب ان کو یہاں اقتدار نصیب ہوا تو انہوں نے اسلام کا نظام مساوات اور نظام عدل وانصاف قائم کیا، یہاں کے باشندوں کو ان کے مالک و خالق سے متعارف کرایا، ان پر سے بے جا پابندیاں ختم کیں، زندگی کے ہر میدان میں سب کو یکساں حقوق دیئے۔

مشہور مؤرخ ڈاکٹر ایم پاریکر لکھتے ہیں کہ ”اور یہ بات تو واضح ہے کہ اس عہد میں ہندو مذہب پر اسلام کا گہرا اثر پڑا، ہندوستان میں خدا پرستی کا تصور اسلام کی بدولت ہی پیدا ہوا، اور اس زمانے کے مذہبی پیشواؤں نے اپنی دیوتاؤں کا نام چاہے جو بھی رکھا ہو خدا پرستی کی ہی تعلیم دی، یعنی خدا ایک ہے وہی عبادت کے لائق ہے اسی کے ذریعے ہم کو نجات مل سکتی ہے۔“ پنڈت جواہر لعل نہرو لکھتے ہیں: ”اسلام کی آمد ہندوستان کی تاریخ میں کافی اہمیت رکھتی ہے، اس نے ان خرابیوں کو جو ہندوستانی سماج میں پیدا ہوگئی تھیں، یعنی ذات کی تفریق اور چھوت چھات اور انتہائی درجہ کی خلوت پسندی، ان سب کو بالکل آشکار کردیا، اسلام کے نظریۂ اخوت اور مسلمانوں کی عملی مساوات نے ہندوؤں کے ذہن میں بڑا اثر ڈالا، وہ لوگ جو ہندو سماج میں برابری کے حق سے محروم تھے اس سے بہت متاثر ہوئے۔“ جب تعلیم سے برہمنوں کی اجارہ داری ختم ہوئی تو دلتوں نے بھی اس میں بھرپور حصہ داری کی اور کہیں کہیں برہمنوں سے بھی آگے نکل گئے۔ چنانچہ انگریز مؤرخ ڈاکٹر سرولیم ہنٹر لکھتے ہیں ”ہندوؤں نے دہانہ گنگا کی قدیم قوموں کو کبھی اپنی برادری میں شامل نہیں کیا، مسلمانوں نے جملہ انسانی مراعات کو برہمنوں اور اچھوتوں دونوں کے سامنے یکساں طور پر پیش کیا، ان پرجوش مبلغوں نے ہر جگہ یہ پیغام سنایا ہر شخص کو خدائے بزرگ و برتر کی بارگاہ میں جھک جانا چاہئے، خدائے واحد کے

سامنے تمام انسان برابر ہیں اور مٹی کے ذروں کی طرح سب کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔"

مسلمانوں نے عورتوں پر بھی احسان کیا پہلے وہ پابند سلاسل تھیں ان کی حالت نہایت ابتر تھی انہیں آزاد کروا کے ردائے عزت عطا کی، معاشرے میں انہیں خود کفیل بنایا اور وہ تمام حقوق و مراعات واپس دلائیں جن سے انہیں محروم کردیا گیا تھا۔ ہندو مذہبی کتب کے ماہر جناب کے ایم سنت صاحب اپنی مشہور کتاب "ہندو مذہبی کتب اور آئین ہند" میں لکھتے ہیں۔ "عورتوں سے غیر اخلاقی حرکتیں کروائی جاتی تھیں مثلاً شوہر کی موت کے بعد شوہر کے کسی قریبی رشتہ دار کو اس کی بیوہ سے ناجائز تعلق قائم کرکے اولاد کے حصول کا حق حاصل تھا، بیوہ کی زندگی جانور سے بدتر ہوجاتی تھی، نہ تو اس کا نکاح ثانی کا حق تھا اور نہ ہی وہ معاشرہ میں چین وسکون سے زندگی گزار سکتی تھی بلکہ وہ اپنے سسرال والوں کی نظر میں منحوس قرار پاتی تھی۔" ہندو معاشرہ کی ان مہیب اور لرزہ خیز رسومات کی اصلاح میں مسلم حکمرانوں کا کتنا اہم کردار ہے اس کا اندازہ مشہور سیاح ڈاکٹر برنیر کے چشم دید بیان سے ہوتا ہے وہ مسلمانوں کے شروعاتی دور میں ہندوستان آئے تھے، لکھتے ہیں: "آج کل پہلے کے مقابلے "ستی" (شوہر کی موت کے بعد بیوہ کو اس کی چتا کے ساتھ زندہ جلانے) کی تعداد کم ہوگئی ہے کیونکہ مسلمان جو اس ملک کے فرمانروا ہیں اس وحشیانہ رسم کو نیست و نابود کرنے کی حتی المقدور کوشش کررہے ہیں، لیکن ان علاقوں میں جہاں کے صوبہ دار مسلمان نہیں بلکہ ہندو ہیں یہ رسم اب بھی موجود ہے۔"

مسلمانوں کے اس عدل و انصاف، عملی مساوات اور مذہبی رواداری سے متاثر ہوکر لاکھوں لوگ اسلام میں داخل ہوئے۔ ملک مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو امن و امان قائم ہوگیا، تمام اشیاء ضروریہ ارزاں کی گئیں، مسلمانوں نے ملک کی صنعت و حرفت، تجارت اور فن تعمیر کو ترقی دی کہ ہندوستان دنیا بھر میں سونے کی چڑیا کے نام سے مشہور ہوگیا، عثمانی ترکوں کے بعد دنیا کا سب سے طاقتور ملک بن گیا۔ ملک میں خوشحالی آگئی۔

افسوس اس کے بعد مسلمانوں پر غفلت سوار ہوئی اور اس غفلت میں وہ اپنی شان و شوکت، اپنا اقتدار اور اپنے اخلاف سب کھو بیٹھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنا رشتہ اپنے تابناک اور درخشاں ماضی سے بھی کاٹ لیا اور اپنے مقاصد کو فراموش کردیا۔ چنانچہ وہ ہر میدان میں بچھڑتے چلے گئے اور اس پستی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے انگریزوں نے "لڑاؤ اور حکومت کرو" کے فارمولے پر عمل کرتے ہوئے ہندوؤں میں مسلم مخالف جذبات پیدا کردیئے۔ اس کے لئے انہوں نے بڑی چالاکی سے ملک کے نصاب تعلیم میں مسلم مخالف لٹریچر داخل کردیا جس میں مسلم دور حکومت کو غلامی سے تعبیر کیا گیا تھا اور مسلم حکمران جیسے اورنگ زیب وغیرہ کو ہندو مخالف بنا کر پیش کیا گیا تھا، جس سے ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے تئیں منفی جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری بات تھی۔

چنانچہ لارڈ الگن کے زمانے میں سکریٹری آف ووڈ نے اس کو ایک خط مورخہ 3 مارچ 1862ء میں لکھا جس میں وہ کہتا ہے کہ "ہم نے ہندوستان میں اب تک اپنا اقتدار اس طرح قائم کررکھا ہے کہ ہم انہیں (ہندو مسلم کو) ایک دوسرے کے مخالف بناتے رہے ہیں اور اس عمل کو جاری رکھنا چاہئے، اس لئے جہاں تک ممکن ہو اس بات کی پوری کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ یہاں کے لوگوں میں مشترکہ جذبات پیدا نہ ہوسکیں۔" 26 مارچ 1826ء کو ایک دوسرے سکریٹری آف اسٹیٹ جارج فرانسس ہملٹن نے لارڈ کرزن کو لکھا۔ "میرے خیال میں ہندوستان میں ہماری حکومت کو ابھی خطرہ نہیں لیکن پچاس برس کے بعد یہ خطرہ ضرور سامنے آئے گا چنانچہ آئندہ تعلیم کے پھیلنے سے ہماری حکومت پر مسلسل حملے ہوں گے، لیکن اگر ہم ہندوستان میں تفرقہ پیدا کرتے رہیں تو ہماری حکومت مضبوط رہے گی، اس لئے ہم تعلیمی اداروں میں نصاب کی کتابیں ایسی پڑھائیں گے کہ یہاں کے مختلف فرقوں کے درمیان تفرقہ کی مضبوطی ہو۔"

ہندوؤں کے ذہن میں مسلمانوں کے تئیں غلط فہمیاں پیدا کرنے میں انگریز کہاں تک کامیاب رہے اس کا اعتراف پروفیسر بی این پانڈے نے 29 جولائی 1977ء میں راجیہ سبھا کی اپنی مفصل تقریر میں کیا۔

(بقیہ...... صفحہ......37...... پر)

افشاں نوید

عورت کا معاشرتی و سیاسی کردار

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امور مملکت تک میں خواتین کے مشوروں کی قدر فرمائی۔ بخاری میں مذکور ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب معاہدے کی شقوں پر مسلمانوں کا دل تنگ ہوگیا تو آپؐ نے حکم دیا کہ اٹھوں قربانی دو اور حلق کراؤ۔ اس سال ہمیں واپس جانا ہوگا۔ آپؐ نے تین مرتبہ فرمایا، مگر کوئی عمل درآمد کے لئے آمادہ نہ ہوا تو آپؐ نے ام سلمہؓ سے مشورہ کیا۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کے نبیؐ! آپؐ خود قربانی دیں اور حجام کو بلا کر حلق کرالیں۔ آپؐ نے ایسا ہی کیا تو صحابہ کرامؓ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے، جانوروں کی قربانی کی اور ایک دوسرے کا حلق کرنے لگے۔ وہ اُمت پر کتنا سخت وقت تھا۔ ایسے میں ایک بصیرت افروز خاتون کے مشورے سے مسلمان ایک اضطراری کیفیت سے نکل آئے۔

حضرت امیر معاویہؓ جو حاکم وقت تھے، انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خط لکھا کہ: ''مجھے نصیحت فرمایئے۔'' حضرت عائشہؓ نے جواب میں تحریر فرمایا: ''السلام علیکم، اما بعد، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی ناراضی کی پرواہ نہ کرے وہ اللہ کو راضی کرے گا، اور جو اللہ کو ناراض کرکے انسانوں کی رضامندی کا طلبگار ہوگا، اللہ اس کو انسانوں کے حوالے کردے گا۔ والسلام۔''

سوچنے کی بات یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ: ''اس امت کے اکابرین بھی موجود ہیں، جنہوں نے براہ راست چشمۂ نبوت سے فیض حاصل کیا ہے۔ خلیفہ وقت ان مردوں سے مشورہ کریں۔ ایک عورت بھلا کہاں امور مملکت کی سوجھ بوجھ رکھتی ہے۔ عورت کا میدان کار تو اس کے گھر کا میدان ہے، وہ بھلا سربراہ اُمت کو کیا مشورہ دے سکتی ہے۔'' لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جو مسلمان عورت کے مقام و مرتبہ سے آگاہ تھیں، انہوں نے مختصر ترین لفظوں میں اتنی بڑی حکمت آمیز نصیحت کردی کہ اللہ کا خوف اور اس کی محبت تمام بھلائیوں کی جڑ ہے۔

اسلام نے امور مملکت میں عورتوں پر ایسی قدغن نہیں لگائی کہ ان کو دوسرے درجے میں شمار کیا ہو۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ حساس ترین خانگی ذمہ داریوں کے سبب بڑے بڑے مناصب سے اس کو الگ رکھنا پسند کیا۔ یہ اس کی صلاحیتوں پر شک نہیں بلکہ اس کے ساتھ رعایت ہے کیونکہ وہ پہلے ہی امور خانہ داری اور تربیت اولاد کی بھاری ذمہ داریوں میں جکڑی ہوئی ہے۔

1995ء میں بیجنگ میں منعقدہ خواتین کے حقوق کی عالمی کانفرنس کا مقصد عورتوں کے لئے مادر پدر آزادی، صنفی مساوات اور پالیسی ساز اداروں میں ان کی 50 فیصد شمولیت کا مطالبہ بھی شامل ہے۔ اسی طرح صدر مملکت، سربراہِ عدالت بننے کے مطالبے بھی شامل ہوتے جارہے ہیں۔

جن مغربی ملکوں سے حقوق نسواں کی تحریکیں اُٹھی ہیں۔ خود ان ملکوں کی تاریخ دیکھ لیں کہ کتنی خواتین حکومت کے کلیدی عہدوں تک پہنچی ہیں؟ پچھلے پچاس برس کے اعداد و شمار اٹھا کر دیکھ لیں ان کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہی ہے۔ اقوام متحدہ کے ادارے جو رپورٹس شائع کرتے ہیں ان کے مطابق دنیا بھر میں اعلیٰ حکومتی عہدوں پر تعینات خواتین کی تعداد مردوں کا صرف 7 فیصد ہے جو ان عہدوں پر فائز ہیں، جب کہ بیشتر ممالک میں تو یہ تناسب صفر ہے۔ پھر کیا واقعی عورت کی سربراہی عورتوں کے مسائل کا حقیقی حل ہے؟ ایسا ہے تو تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں۔

سری لنکا 1960ء میں پہلی بار ایک خاتون سری لنکا میں وزیراعظم بنی۔ آج پانچ عشرے گزرنے کے باوجود کیا وہاں پارلیمنٹ اور دیگر اعلیٰ عہدوں پر تعینات خواتین کی تعداد مردوں کے برابر ہے؟ 1991ء میں بلدیاتی انتخابات میں 4 ہزار 3 سو 82 سیٹوں پر 55 خواتین اور باقی مرد تھے۔ 1997ء میں 3 ہزار 4 سو 90 نشستوں میں صرف 39 پر خواتین تھیں۔ سوال یہ ہے کہ سری لنکا میں عورت کے ریاست کے اعلیٰ ترین عہدے تک پہنچنے کے بعد کیا عورتوں کی سماجی حالت میں کوئی بہتری واقع ہوئی؟ عورتیں جو کل آبادی کا 51 فیصد ہیں وہاں عورتوں پر گھریلو تشدد 60 فیصد سے زیادہ رپورٹ ہوا ہے، جب کہ امریکا کے بعد سب سے زیادہ خواتین سری لنکا میں مردوں کے ہاتھوں تشدد اور ریپ کا شکار ہوتی ہیں۔ یاد رہے کہ سری لنکا میں تعلیم کا تناسب 93 فیصد ہے۔

ہندوستان: اندرا گاندھی ہندوستان میں طویل عرصے تک وزارت عظمیٰ پر فائز رہیں۔ عالمی ذرائع ابلاغ کی رپورٹس بتاتی ہیں کہ ہندوستان میں عورت کل بھی تشدد کا شکار تھی اور آج بھی ظلم کی چکی میں پس رہی ہے۔ ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق شہروں میں آگ لگنے سے 68 ہزار، جب گاؤں میں 95 ہزار عورتیں ہلاک ہوئیں، نیز 15 سے 35 سال کے درمیانی عمر کے 65 فیصد سے زائد خواتین تشدد کا شکار ہیں۔ عورتوں کی جنسی بے حرمتی کے اعداد و شمار مغربی ملکوں کو شرماتے ہیں۔

بنگلہ دیش: بنگلہ دیش میں گذشتہ 25 برس سے خواتین ہی برسرِ اقتدار ہیں، مگر یہاں خواتین کی بڑی تعداد تلاش روزگار کے لئے بیرون ملک جانے پر مجبور ہے۔ حسینہ واجد اور خالدہ ضیاء کی وزارت عظمیٰ کے باوجود کیا یہاں تیزاب پھینکنے، جلا کر مارنے، تشدد کرنے اور جنسی تشدد کے واقعات میں کوئی کمی واقع ہوئی یا بہ تدریج خوف ناک اضافہ ہو رہا ہے؟

پاکستان: کیا پاکستان میں بے نظیر بھٹو کے دوبار وزیراعظم بننے سے یہاں پر عورتوں کی حالت زار میں کوئی نمایاں تبدیلی دیکھنے میں آئی؟ کیا زچہ بچہ کے صحت کے مراکز کا جال بچھ گیا اور تشدد کے واقعات میں کمی آئی؟ قبیح قبائلی رسوم کا خاتمہ ہو گیا؟ یا خواتین کے لئے مبینہ طور بر ملازمتوں اور انصاف کے دروازے کھل گئے ہوں؟ سارا منظر ہمارے سامنے ہے اور تاریخ نے یہ گواہی ثبت کردی کہ محض کسی عورت کے سربراہِ مملکت ہونے سے عورتوں کو حقوق حاصل نہیں ہوسکتے۔ اس کے لئے عادلانہ حکمرانی شرط ہے۔ حقوق کا تحفظ اس صنف کی سربراہی سے مشروط نہیں ہے۔

اسلام میں مرد و زن کی مساوات

اسلام نے عورت کو تمدن اور معاشرت میں اس کے فطری مقام پر رکھ کر عزت و شرف کا مرتبہ عطا کیا ہے۔ ہماری اور مغربی تہذیب میں فرق یہی ہے کہ وہاں عورت کو اس وقت تک حقوق نہیں ملتے جب تک وہ مصنوعی مرد بن کر مردوں کی ذمہ داریاں اٹھانے کے لئے تیار نہ ہوجائے۔ اسلامی تہذیب عورت کو ساری عزت اور تمام حقوق عورت کی حیثیت میں ہی دیتی ہے اور تمدن کی انھی ذمہ داریوں کا بار اس پر ڈالتی ہے جو فطرت نے اس کے سپرد کی ہیں۔

لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اُسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے اپنے حق مانگتے ہو اور رشتہ و قرابت کے تعلقات کو بگاڑنے سے پرہیز کرو۔ یقین جانو کہ اللہ تم پر نگرانی کر رہا ہے۔ (النساء:4-1)

قرآن نے بتایا کہ جس نفس واحدہ سے مرد وجود میں آیا ہے اسی سے عورت بھی وجود میں آئی ہے اور مرد ہی کی طرح معاشرے کا ایک اہم ترین رکن ہے۔ دونوں کو معاشرے کی خدمت میں اپنی اپنی استعداد و قوت کے مطابق اپنا حصہ ڈالنا چاہئے۔

اور جو کچھ اللہ نے تم میں سے کسی کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ دیا ہے، اس

کی تمنا نہ کرو۔ جو کچھ مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو مردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصہ۔ ہاں، اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔(النساء:4-32)

یہاں ثابت ہوگیا کہ اللہ کی طرف سے جو خصوصیات عورتوں اور مردوں کو عطا کی گئی ہیں اس میں کسی پر کسی کی فضیلت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔ قدرتِ حق نے ہر ایک کو وہی دیا ہے، جس کی اسے اپنے دائرۂ کار کے لئے ضرورت تھی۔ اسلام نے اس فرسودہ تصور ہی کو ختم کردیا ہے کہ مرد اس لئے سربلند اور باعزت ہے کہ وہ مرد ہے اور عورت اس لئے فروتر ہے کہ وہ عورت ہے۔

جو شخص بھی نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مومن، اسے ہم دُنیا میں پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور (آخرت میں) ایسے لوگوں کو ان کے اجر ان کے بہترین اعمال کے مطابق بخشیں گے۔(النحل:16-97)

مرد اور عورت کے درمیان فرق و امتیاز انسان کے ایک بازو اور دوسرے بازو کے درمیان فرق و امتیاز ہے۔ مرد و زن کی مساوات کی اس سے بہتر مثال نہیں پیش کی جاسکتی۔ اسلام کا منشا یہ ہرگز نہیں ہے کہ امور خانہ داری کے علاوہ سارے کام عورت کے لئے ممنوع ہیں۔ اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ اصلاً اور بنیادی طور پر گھر کی مالکہ اور منتظمہ ہے۔ اس کی سماجی خدمات اس کے اصل قلعہ "گھر" کو کمزور کرنے کا باعث نہیں بننی چاہئیں۔

سیاسی محاذ کیوں؟

دورِ اوّل کی مسلمان خواتین اگرچہ اعلیٰ سیاسی مناصب پر نظر نہیں آتیں، لیکن وہ اجتماعی سیاسی معاملات سے غیر متعلق بھی نہیں رہیں۔ صرف یہی نہیں کہ وہ سیاسی سوجھ بوجھ رکھتی تھیں بلکہ انہوں نے بوقت ضرورت اسلامی ریاست کے تحفظ کے لئے جدوجہد کی اور قربانیاں بھی پیش کیں، مشورے بھی دیئے اور سیاسی خدمات بھی انجام دیں۔ جنگ جیسے حساس اور نازک مواقع پر بھی ہمیں خواتین کی شمولیت کی روایات ملتی ہیں۔

لیلیٰ الغفاریہ کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں وہ جاتی تھیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں اور مریضوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔" (ابن عبدالبر، الاستیعاب)

طبقات ابن سعد میں درج ہے کہ "اُم سلیطؓ اسلام لائیں، بیعت کی، اور خیبر اور حنین میں شریک ہوئیں۔" (ابن سعد طبقات الکبریٰ) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "وہ ہمارے لئے احد میں مشک بھر بھر کر پانی لاتی تھیں۔" (الاستیعاب)

فاطمہ بنت قیس مشہور صحابیہ ہیں۔ ابتدائی مہاجرین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ ان کے حالات میں علامہ ابن عبدالبر لکھتے ہیں: "وہ عقل و کمال والی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان ہی کے مکان پر اصحاب شوریٰ جمع ہوئے تھے اور انہوں نے وہ تقریریں کی تھیں جو ان سے منقول ہیں۔ (الاستیعاب)

اس وقت سیاسی صورت احوال یہ ہے کہ عالمی اور ملکی سطح پر خواتین کی نمائندگی تقریباً تمام شعبوں میں پائی جاتی ہے۔ عالمی منظرنامے میں خواتین سیاست میں اہم مقام حاصل کرچکی ہیں۔ وہ اجتماعی زندگی کے فیصلوں اور قانون سازی جیسے معاملات میں مستقل طور پر کردار ادا کررہی ہیں۔ اس صورتِ حال میں دین کی علم بردار اور باحجاب خواتین یہ محاذ خالی نہیں چھوڑ سکتیں۔ ان خواتین کے لئے سیاست اپنے ذاتی مفادات کے لئے نہیں بلکہ اقامت دین کے لئے ناگزیر ہے۔ جب دین قائم ہوگا تو نظامِ عبادات سمیت معاشرت، تمدن ہر چیز محفوظ ہوگی۔ جب سیلابی ریلا آتا ہے تو صرف اپنے گھر کی فکر سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ریلے کے آگے اجتماعی قوت صرف کرکے بند باندھا دیا جائے تو سبھی کی حفاظت کا اہتمام ہوتا ہے۔ محض خود کو بچانے کی کوشش سب کو بہالے جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اقامت دین کی جدوجہد کے

حوالے سے رہنمائی فرمائی ہے کہ ''اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جائیں۔ (الحج:22-40) یعنی دین کی بقا کے لئے ضروری ہے کہ لادین لوگوں کو اقتدار سے بے دخل کیا اور غیر مؤثر بنایا جائے۔ دنیوی زندگی کی تعمیر و تشکیل اور ترقی کا مرکزی ہدف عقیدے اور عمل کے فساد کا خاتمہ ہے۔

اسی وجہ سے آپؐ کے زمانے میں خواتین نے ہجرتیں بھی کیں، جنگ کے میدانوں میں بھی گئیں، جہادی مہمات میں کھانا تیار کرنے، زخمیوں کو پانی پلانے، مرہم پٹی کرنے، شہداء کی میتوں کو میدان جنگ سے اٹھا کر واپس لانے کی ذمہ داری بھی ادا کی، حتیٰ کہ ام عمارہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے سیکورٹی گروپ میں شامل ہوگئیں اور آپؐ کی حفاظت کا فریضہ مردانہ وار ادا کیا۔ آپؐ نے تحسین فرمائی ایک عورت کی اس شجاعت اور دلیری کی۔ فرمایا: ''اُحد کے موقع پر جدھر بھی رُخ کرتا اُم عمارہ کو سامنے موجود پاتا۔''

آپؐ نے ام عمارہؓ کو اس خدمت پر مامور نہیں فرمایا تھا۔ اُم عمارہؓ نے خود یہ اجتہاد کیا کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت دراصل اسلامی ریاست کی حفاظت ہے۔ آپؐ نے ان کی تعریف فرمائی۔ گویا اسلامی ریاست کی حفاظت عورتوں پر مردوں کی طرح لازم نہیں ہے، لیکن عورتیں اپنی صلاحیت کے مطابق حصہ لینا چاہیں اور اس دوران میں شریعت کی حدود کی پابند رہیں تو انہیں روکا نہیں جاسکتا۔ البتہ عورت کے ہاتھ میں خنجر دینا اس کی فطرت سے متصادم ہے۔ تاہم، اس کے باوجود اسلام عورتوں کو اپنی جان و مال اور آبرو کی حفاظت کے لئے ہتھیار اٹھانے کی اجازت دیتا ہے مگر بالعموم خواتین کو فوجوں میں بھرتی کرنا اور ان سے مردوں والی خدمات لینا اسلام کی پالیسی سے خارج ہے۔

جنگ حنین میں اُم سلیمؓ ایک خنجر ہاتھ میں لئے پھر رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: ''یہ کس لئے ہے؟'' کہنے لگیں: اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کا پیٹ پھاڑ دوں گی۔'' (مسلم)۔ اُم عطیہؓ سات لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ کیمپ کی حفاظت، سپاہیوں کے لئے کھانا پکانا، زخمیوں اور بیماروں کی تیمارداری کرنا ان کے سپرد تھا۔ (ابن ماجہ)

اس وقت اُمت مسلمہ پر صلیبی صیہونی اور لادینی حملہ ہو چکا ہے۔ یہ حملہ اس وقت سے ہے جب انگریز اور دیگر سامراجی قوتوں نے مسلم علاقوں پر قبضے کئے۔ اس وقت سے ان قوتوں نے اللہ کے نظام کو معطل کر کے طاغوتی نظام رائج کئے۔ آزادی کے بعد بھی اس نے اس بات کا اہتمام کیا ہوا ہے کہ اس کا نظام جاری و ساری رہے۔ اگر کسی ملک میں جزوی طور پر اسلامی احکام جاری ہوگئے ہیں، تو انہیں منسوخ کرنے کی کوشش کی جائے۔

عالمی ایجنڈوں کے تحت خواتین کی مساوی شمولیت کی کوششیں بڑی قوت سے ہو رہی ہیں۔ اس وقت خواتین کو سیاست میں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ایسے میں دیندار خواتین کی اس میدان کے لئے عملی تربیت نہ کی گئی تو بڑے خسارے کا سودا ہوگا۔ مسلم اُمہ کے مجموعی طور پر اجتماعی، سیاسی، سماجی اور تعلیمی حالات بہت دگرگوں ہیں۔ جس میں اجتماعی سیاسی جدوجہد کی ضرورت ہے۔

اس بات کو اگر بڑی واضح مثال کے ساتھ پیش کیا جائے تو ذہن میں یہ منظر سامنے رکھیے: جس وقت خواتین لادینیت کی تبلیغ کر رہی ہوں، تو کیا دیندار خواتین کو میدان میں لادین طبقے کے لئے خالی چھوڑ دینا چاہئے؟ بدقسمتی سے آج سیاسی میدان میں لادین قوتیں سرگرم عمل ہیں۔ خواتین اسلام ان کے لئے میدان کیوں خالی چھوڑ دیں۔

قابل مبارکباد ہیں وہ خواتین جو ایک طرف چادر اور چاردیواری کے تقاضوں کے ساتھ اپنے خانگی امور انجام دے رہی ہیں، تو دوسری طرف سیاست کے میدان میں لادین عورتوں کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ ان شاء اللہ وہ اللہ کے ہاں دوہرے اجر کی مستحق ہوں گی۔

□□□

محمد ابراہیم قاسمی

یوگا ورزش کے نام پر شرک وکفر کو فروغ دینے کی سازش

یوگا کی مذہبی حقیقت کو چھپا کر ورزش کے نام سے متعارف کرایا جارہا ہے، یہ ہندوازم کو فروغ دینے کی ناپاک سازش کا حصہ اور مسلمانوں کے عقائد پر فکری یلغار ہے۔ جنگ دو طرح کی ہوتی ہے، ایک عسکری جس میں ہتھیار اور مادی قوت کا استعمال ہوتا ہے، اپنے مدمقابل کے جان و مال اور آبرو کو پامال کیا جاتا ہے، جسمانی اذیت پہنچائی جاتی ہے، املاک لوٹے جاتے ہیں یا تباہ کردیئے جاتے ہیں، جنگ کی دوسری قسم فکری جنگ ہے جو انجام اور نتیجہ کے اعتبار سے پہلی سے زیادہ خطرناک اور نقصان دہ ہوتی ہے۔

اس میں قوم کا ایمان لوٹا جاتا ہے، اس کے نظریات بدل دیئے جاتے ہیں، قوم دشمن کی آلہ کار بنتی ہے، دشمن کے نظریات کو کچلنے کے بجائے لاشعوری میں اس کے نظریات کی تبلیغ واشاعت کرتی ہے، اس پر خوشی سے اپنا جان و مال نچھاور کرتی ہے، اس جنگ میں متاع کارواں تو جاتا ہی ہے احساس زیاں بھی ختم ہوجاتا ہے، قوم کی اکثریت کو اس بات کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ ہم جنگ کی صورت حال سے گزر رہے ہیں، اس وقت مسلمانان ہند کو اسی فکری جنگ سے واسطہ ہے۔ لیکن قوم کا حال یہ ہے کہ آج تک اسے پتہ ہی نہیں کہ اس سے کیا چھینا جارہا ہے اور اس کو کیا دیا جارہا ہے۔ قوم کا دانشور طبقہ بھی خواب غفلت میں پڑا ہوا ہے اور اس بات کا احساس کرنے کو تیار نہیں کہ کفر و ایمان کی جنگ اس کے گھر کے اندر تک داخل ہوچکی ہے، اور اس کی نسلیں ایمانی اور فکری طور پر تباہی کے دہانے پر کھڑی ہیں۔

فکری جنگ میں دشمن کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ مختلف طریقوں سے مدمقابل کے افکار وعقائد میں شکوک اور اعمال میں تذبذب پیدا کرے، اس کے دل و دماغ کی اس طرح تربیت کی جائے کہ اس کی فکر اس کے دشمن کی فکر سے ہم آہنگ ہو اور وہ بغیر احساس کئے اپنے دشمن کا متبع اس کی تہذیب وتمدن پر فخر کرنے لگے۔ ہندو احیاء کی تحریکیں موجودہ حکومت کی مدد سے جہاں ایک طرف مسلمانوں کے عقائد، عائلی قوانین، اسلامی طریقہ ہائے زندگی کے بارے میں طرح طرح کے شکوک وشبہات پیدا کررہی ہیں تو دوسری طرف سرسوتی کی پوجا، وندے ماترم، سوریہ نمسکار اور یوگا کے نام پر ہندوازم کے عقائد کو مسلمانوں پر تھوپنے میں لگی ہوئی ہیں۔ اگر بروقت اس کا نوٹس نہیں لیا گیا تو آنے والی نسلوں کا ایمان پر برقرار رہنا مشکل ہوگا۔

یوگا کو ورزش کے نام پر متعارف کراکر پہلے 21 جون کو یوگا دن منانے کا اعلان کیا گیا، اب ہر ماہ کی 21 تاریخ کو یوگا دن منانے کا فیصلہ لیا گیا ہے۔

ہمارے بعض روشن خیال تعلیم یافتہ اور نیم پڑھے لکھے لوگوں کو یوگا کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں یا پھر سطحی علم ہے، وہ بغیر مطالعہ اور تجزیہ کے یوگا کو صرف ورزش کا طریقہ قرار دیتے ہیں جو سراسر لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ انہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ یوگا کی تمام باتیں اسلامی عقائد سے ٹکراتی ہیں، یوگا میں توحید، رسالت اور قیامت کے دن کا انکار ہوتا ہے۔ اسی طرح مخلوق کا خالق میں حلول کرنے کا عقیدہ پایا جاتا ہے، نیز اس میں مشرکین کے ساتھ، مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔

مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ کسی نظریہ کو لینے یا کسی تحریک سے وابستہ ہونے سے پہلے اس بات کی تحقیق کرے کہ اس کا بانی کون ہے، اس کے عقائد اور نظریات کیا ہیں، اس کے ماننے والے اس کو کیا درجہ دیتے ہیں، یہ تحریک قائم کرنے کی ضرورت کیوں پیش

آئی، اس کے اغراض و مقاصد کیا ہیں، وہ اپنے ماننے والوں میں کیا تبدیلی دیکھنا چاہتے ہیں، اس تنظیم یا تحریک میں بااثر لوگوں کے نظریات مذہب اور طریقۂ فکر کیا ہے، اور متبعین پر کیا اثر پڑ رہا ہے، نیز خاص طور سے ایک مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے لئے یہ بھی از حد ضروری ہے کہ ہم یہ بھی دیکھیں کہ وہ شریعت کی روشنی میں صحیح بھی ہے یا نہیں۔

ہمارے اطراف میں یوگا کیلئے ہندوؤں کی تین تنظیمیں متحرک ہیں، ان کا سرسری جائزہ پیش ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں احقر کی انگریزی کتاب Raja yoga and the art of living an (Islamic Appraisal

آرٹ آف لونگ: یہ تنظیم بہت سے ممالک میں اپنے یوگا کے کلاسیس چلاتی ہے، اس کے بانی شری شری روی شنکر ہیں، یہ ایک ہندو اسکالر ہیں اور ان کے عقائد وہی ہیں جو ایک عام ہندو کے ہوتے ہیں، ایک جگہ ہندوازم اور عیسائیت پر بات کرتے ہوئے کہتے ہیں اگر تم چاہتے کہ رکاوٹیں دور ہوں تو گنیش کی پوجا کرو، اگر تمھیں خوشحالی چاہئے تو شیوا کی پوجا کرو، اگر تمھیں مال چاہئے تو لکشمی کی پوجا کرو اور علم کے لئے سرسوتی کی پوجا کرو (Induism and Christianity by Sri Sri Ravi Shankar Page 4) اور ان کے متبعین ان کے بارے میں مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں، Symposium on human values presented by art of living کے صفحہ سات میں کہتے ہیں کہ تمام دنیا کی آسمانی کتابوں سے زیادہ حکمت ان سے جاری ہوتی ہے اور وہ انہیں خدا کے برابر درجہ دیتے ہیں۔

راج یوگا: یہ بھی ایک تحریک ہے جس کا مرکز راجستھان میں ماؤنٹ ابو پر قائم ہے، ہمارے شہر شولاپور میں سید بخاری درگاہ سے نیچے اترنے پر چوک سے داہنے طرف تقریباً سو میٹر کے فاصلے پر ان کا مرکز بنا ہوا ہے، روڈ کے قریب ایک بڑا بورڈ لگا ہوا جس پر خانہ کعبہ کی تصویر بھی بنی ہوئی ہے، اس طرح عام مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ حجر اسود ان کے تصور میں قائم خدا کی علامت ہے۔ اس تحریک کا بانی دادا لیکھ راج تھا جس نے دعویٰ کیا کہ ہندوؤں کا دیوتا شیوا اس پر نازل ہو کر اس کو اپنے علم کے فروغ کے لئے چنا۔ ان کے عقائد پوری طرح سے اسلامی تعلیمات کے خلاف کفر و شرک پر منحصر ہیں، اس میں شرکت کرنے سے آدمی اسلام سے فوری خارج ہو جاتا ہے۔

پتانجلی پیٹھ: یہ اس وقت زیادہ معروف ہے اور بابا رام دیو کی طرف سے اس کی تشہیر ہوتی ہے، حکومت کی پشت پناہی میں اس وقت یوگا کی خوب پذیرائی ہو رہی ہے اور اسکولوں میں اس کا اہتمام کرایا جا رہا ہے۔

اس وقت بابا رام دیو کے یوگا پر ایک انگریزی کتاب میرے سامنے ہے جس کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے۔ (Yoga a divine tree of life) اس کے سرورق پر ہندوؤں کی مذہبی علامت اور ان کے یہاں سب سے مقدس سمجھا جانے والا منتر اوم لکھا ہوا ہے، جس سے خود ہندوازم کی تقدیس ظاہر ہو رہی ہے، اسی طرح کتاب بابا رام دیو کی ستر کھلی ہوئی تصویروں سے پُر ہے اور طریقۂ یوگا اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ پہلے مراقبہ کی صورت میں بیٹھا جائے، پھر آنکھ بند کرکے ناک سے سانس لی جائے، تین مرتبہ کھینچ کر اوم کہا جائے، پھر گایتری منتر اور دوسرے منتروں کا ذکر ہے، گایتری کو ہندو سرسوتی کا اوتار مانتے ہیں اور اس کو طاقت کی دیوی بتاتے ہیں، اس کا جب نام لیا جاتا ہے تو کنول کے پھول پر بیٹھی ہوئی پانچ سر اور دس ہاتھوں کی عورت اس کے تصور میں آتی ہے، نیز ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ اس منتر کو پڑھنے سے آدمی کو خدا کی ماورائی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ہندوؤں کا عقیدہ ہے کہ شیوا ہندوستان کے جنگلوں میں یوگی کی حیثیت میں رہا کرتا تھا، وہی وگا کی مشق کرتے کرتے کائنات کا عظیم خدا بن گیا۔ (تا تتریکا صفحہ-5)

یوگی لوگ زعفرانی کپڑے پہنتے ہیں، تربیت کا آغاز اوم نمسکار سے کرتے ہیں، مختلف منتر اور دیوی دیوتاؤں کے ورد پڑھتے ہیں۔ بہر حال یوگا سے متعلق سنجیدگی سے تین سوال پوچھے جائیں۔

یوگا کی تعلیمات اور سند کس مذہب کی ہیں؟

یوگا کو سکھانے والے اور اس کی دعوت

دینے والے کون لوگ ہیں؟

یوگا کی تحریک کے علمبردار اور اصل محرک کون ہیں؟

اوپر کی تفصیل سے اب کیا شک رہ جاتا ہے کہ یوگا ایک ہندو مذہب کی عبادت کی شکل ہے جو اسلام کی بنیادی اور اصولی تعلیمات سے براہ راست ٹکراتی ہے۔ صرف نام بدلنے سے شئی کی حقیقت ختم نہیں ہوتی۔ ہندو مذہب میں کوئی اعلیٰ تعلیمات نہیں ہیں اور نہ ہی آج کی ترقی یافتہ دور میں اس کی تعلیمات میں کوئی کشش ہے۔ بلکہ کچھ مسائل تو ایسے ہیں جن سے انسانیت بھی شرمندہ ہوتی ہے، خود تراشیدہ چیزوں کو پوجنا، ستی طبقاتی اونچ نیچ وغیرہ۔ ہندو احیاء کی تحریکوں کے لئے اپنے مذہب کو پیش کرنے کے لئے یہ باتیں بڑی رکاوٹ بنتی ہیں، اس لئے وہ یوگا کو ورزش کا نام دے کر اپنے افکار کی اشاعت میں لگے ہوئے ہیں۔

اسی طرح ہمارے اسکولوں کے نام یوگا کے لئے جو سرکیولر جاری کیا گیا اس میں بھی ہندوؤں کی مذہبی کتاب رگ وید کی آیتوں کا ورد کرنے کی ہدایت دی گئی تھی، سرکیولر میں یوگا کرنے کے آداب مذکور تھے۔ ابتدا میں تھا کہ بچوں کو خاص ہیئت میں بٹھا کر ان کو پڑھایا جائے:

سنگچھ دھوم سنودھوم سومناسی جنانتم دیوابھاگم۔ تھا پروے سنجانانا اپاستے۔

یہ رگ وید کی آیت ہے، جس میں آگ کے دیوتا، جس کے بارے میں ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر دم جوان معبود ہے جس کا کام لوگوں کے نذرانوں کو تمام دیوی دیوتاؤں کو تقسیم کرنا ہے۔ اس آگ کے دیوتا سے دعا کی گئی ہے۔ چاہے وہ گایتری منتر ہو یا پھر اس رگ وید کی آیت ہمارے توحید ورسالت کے عقیدے کے بالکل خلاف ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

اے ایمان والو! اگر تم ان لوگوں کی پیروی کرو گے جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا، تو وہ لوگ تمہیں ایمان لانے کے بعد کفر میں واپس ڈال دیں گے پھر تم خسارہ اٹھانے والے ہو کر لوٹو گے۔ (سورہ آل اعمران آیت:149)

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ کفر وشرک کے مسئلہ میں ہرگز سمجھوتہ نہ کریں اور ہر حال میں اپنے ایمان کی حفاظت کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں۔

اے ایمان والو! اسلام میں پوری طرح سے داخل ہو جاؤ اور شیطان کی پیروی مت کرو، بیشک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ (سورہ بقرہ آیت:208)

بعض لوگ مسلمانوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ ہندو منتر سے اگر پریشانی ہے تو آپ لوگ اللہ کہو، ظاہری بات ہے کہ اس طرح سے دین سے دور اور دینی علم سے ناواقف شخص دھیرے دھیرے شرک کے دلدل میں پھنس ہی جائے گا۔ قرآن کریم میں ہمیں ایسے لوگوں کے ساتھ بیٹھنے سے بھی منع کیا گیا ہے کہ جو کفر وشرک میں ملوث ہیں، اور حدیث میں ہے کہ جو شخص جس قوم کی تعداد بڑھائے گا اس کا شمار انہیں میں ہوگا۔ لہٰذا یوگا کے لئے مندروں، مٹھوں، آشرم اور کیندروں میں خاموش یا اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھنا بھی جائز نہیں ہوگا اس سے شرکیہ چیزوں کی خاموش حمایت ہوتی ہے اور ایمانی غیرت کے بھی خلاف ہے۔ ورزش کے بہت سے طریقے ہیں، پھر عبادات میں نماز، روزہ، اعتکاف، اللہ کے قدرت میں غور وفکر، قرآن کی تلاوت، تسبیحات کی پابندی سے جہاں ایک طرف ذہنی سکون حاصل ہوتا ہے وہیں جسم کو صحت مند رکھنے میں بھی مدد ملتی ہے۔

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں انسانوں کی مکمل رہنمائی کرتا ہے، اس کی تعلیمات چھوڑ کر دوسروں کے پیچھے چلنا خود اسلام کی توہین کرنے کے مترادف ہے اور اسلام کی ہدایت ملنے کے بعد کفر کی چیزوں کو اپنانا درحقیقت نعمت اسلام کی ناقدری ہوگی۔ قوم کے ارباب علم وفکر، اسکول کے غیرتمند اساتذہ کرام اور عامۃ المسلمین سے دردمندانہ درخواست ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بیدار مغزی سے کام لیں اور بروقت اس فتنہ کا سدباب کرنے کے لئے لائحہ عمل طے کریں، ورنہ نسلوں کے گمراہ ہونے کا وبال ہمارے سر پر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری نسلوں کی دین کی حفاظت فرمائے۔ آمین

☐☐☐

مولانا سید آصف ملی ندوی

آہ! بیچاروں کے اعصاب پر عورت ہے سوار

وطن عزیز میں اس وقت موجودہ زعفرانی حکومت اور اس کا زرخرید آلۂ کار میڈیا ہمہ وقت اس پروپیگنڈے میں مصروف کار ہے کہ مسلمان عورت اپنے ہی مردوں کے ہاتھوں صدیوں سے ظلم و ناانصافی کا شکار ہے، زمانہ کی بے انتہا ترقی کے باوجود وہ اب تک گھر کی چہاردیواری میں محصور ہے، اور اب وقت آگیا ہے کہ اس کو انصاف دلاکر ایک نئی پررونق زندگی سے متعارف کرایا جائے۔ چنانچہ اس عزم کی تکمیل کے لئے ایک ہی مجلس میں دی گئیں تین طلاق کے مسئلے کو بہانہ بناکر پوری شریعت مطہرہ کو نشانہ بنایا جارہا ہے، وہ لوگ جو خود اپنی ہی بیویوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کرنے کے مجرم ہیں وہ مسلمان عورتوں کے حقوق کی دہائی دیتے نہیں تھکتے۔ اس معاملہ میں ان کی قوت شامہ اس قدر صحتمند اور تیز ہے کہ وہ مسلم عورتوں کی مظلومیت کی بُو کو خود متاثر عورت کے محسوس کرنے سے پہلے ہی سونگھ لیتے ہیں۔ مسلمان عورتوں کی معاشرتی مظلومیت ومحکومیت کو ختم کرنے کے نام پر حکومت اور سپریم کورٹ کے ذریعہ کئے گئے اقدامات اور فیصلوں سے ارباب حکومت کے دلوں میں پوشیدہ مکروہ عزائم کا پتہ چلتا ہے کہ وہ کس طرح شریعت مطہرہ میں مداخلت کرکے مسلمانوں کو اپنے عائلی معاملات میں شریعت کے مطابق عمل کرنے کی آزادی کے دستوری حق سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی اس دردانگیز منافقانہ روش کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہیں تو بس صبح وشام مسلم عورتوں کو صحیح اسلامی سمت سے ہٹاکر جاہلیت کے خار دار راستہ پر گامزن کرنے کی فکر دامن گیر رہتی ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان عورت اپنے گلے سے اسلام کی صحیح و سچی تعلیمات، پاکیزہ ہدایات اور امتیازی خصوصیات کے روشن و چمکدار زیور کو اتار کر پھینک دے اور اس کی جگہ وہ فحش کاری، بے شرمی، عریانی، عیاشی، شہوت رانی، بے حیائی، اور بداخلاقی کی لعنت کا طوق پہن لے اور اس مقصد کے حصول کے لئے یہ پروپیگنڈہ پوری طاقت کے ساتھ کیا جارہا ہے کہ مسلمان عورت مظلوم ہے، اسلام نے ان کے حقوق کو بالکل بھی تسلیم نہیں کیا ہے، اس نے مردوں کو عورتوں پر پورا اختیار دیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں بالکل آزاد ہیں۔ جب کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔

خالق کائنات نے ابتدائے آفرینش ہی میں سب سے پہلے آدم وحوا کی تخلیق کے ذریعے گویا اس بات کا اعلان کردیا ہے کہ انسانی معاشرہ کے وجود کے لئے مرد و عورت دونوں ہی لازم وملزم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس نے دونوں کو ایک دوسرے کے لئے لباس قرار دیا، اور انسانی رشتہ میں دونوں ہی کو نہ صرف مساوی و برابر رکھا بلکہ عورت کے سراپا اور اس کے وجود میں مردوں کے لئے راحت جاں وتسکین خاطر کا نہایت ہی پرکشش و دلکش سامان بھی ودیعت کر رکھا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ آدمی ہر اس چیز کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اہمیت دیتا ہے جس سے اس کو کسی بھی طرح کا سکون یا راحت نصیب ہوتا ہے۔ تاہم یہ ایک شاہکار نمونے اور اس کی ایک بہت بڑی نشانی ''صنف نازک'' کے معاملے میں انسانی معاشرہ ہمیشہ ہی

بڑی افراط وتفریط اور بے اعتدالیوں کا شکار رہا ہے۔ ایک طرف تو اس کی اہمیت یہ ہے کہ اس کے بغیر کسی خاندان اور معاشرے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے، تو دوسری طرف یہ حال ہے کہ اسلام کی آمد سے پہلے اس صنف نازک کے ساتھ جو ظالمانہ سلوک روا رکھا گیا، اور جس بے دردی کے ساتھ اس کے حقوق کو پامال کیا گیا اور جس وحشیانہ طریقے سے اس کو زندہ درگور کیا گیا اس کی پوری تفصیل تاریخ انسانی کے سیاہ اوراق میں آج بھی موجود ہے۔

اسلام سے قبل ایک طویل عرصے سے یہ جنس لطیف وصنف نازک مظلوم ومجبور محض چلی آرہی تھی، جس کی معاشرے میں نہ تو کوئی عزت تھی اور نہ ہی اس کے حقوق کا کچھ خیال کیا جاتا تھا۔ اس کی کچھ حیثیت تھی تو محض سامان لذت اور شبستانِ عیش و عشرت میں مردوں کی ہوس رانی اور وحشیانہ جنسی تسکین کے لئے ایک آلۂ کار یا مشین کی تھی، اس سے ہٹ کر اس کے ساتھ غلاموں سے بدتر اور جانوروں کے جیسا سلوک کیا جاتا تھا، اس کی وجود کو موجب ذلت وعار سمجھا جاتا تھا، پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کردیا جاتا تھا۔

ظہور اسلام کے وقت جتنے ادیان و مذاہب اس کرۂ ارض پر موجود تھے وہ سب ہی عورت کو صرف موجب ذلت و عار اور انسانی معاشرہ کے لئے نحوست و بربادی کا ذریعہ باور کراتے رہے۔ جین مذہب کی تعلیم یہ بتاتی ہے کہ عورت سرتاپا شر ہی شر ہے، اس میں خیر کا کوئی عنصر پایا ہی نہیں جاتا ہے، اس لئے مردوں کو چاہئے کہ وہ عورتوں کے ساتھ کسی بھی طرح کے تعلقات قائم نہ کریں اور نہ ہی اس سے ہمکلام ہو۔ مسیحیت میں عورت کا تصور یہ ہے کہ ''وہ شیطان کے آنے کا دروازہ ہے، وہ شجر ممنوعہ کی طرف لے جانے والی، خدا کے قانون کو توڑنے والی اور خدا کی تخلیق مرد کو غارت کرنے والی ہے۔'' جزیرۃ العرب کے پڑوسی ملک فارس (موجودہ ایران) کا یہ حال تھا کہ اس معاشرے میں باپ کا اپنی بیٹی کے ساتھ اور بھائی کا اپنی حقیقی بہن کے ساتھ رشتۂ زوجیت میں منسلک ہونا اور ازدواجی تعلقات قائم کرنا چنداں معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ پانچویں صدی عیسوی میں فارس کے بادشاہ یزدگرد ثانی نے اپنی ہی بیٹی سے نکاح کیا اور پھر بعد میں اس کا قتل کرڈالا۔

ویدک دھرم میں عورت کا کیا مقام تھا اور ہے اس کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ ''ویدک دھرم یعنی ہندوؤں میں عورت کو کوئی اختیار اور حق نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر وہ بیوہ ہوجائے تو اسے دوسری شادی کرنے کا حق نہیں ہے، اس کی گواہی قبول نہیں ہوتی، اس کی عبادت صرف خاوند کی خدمت کرنا ہے، اسے غلام بنا کر رکھنا ہے، اس کی بات پر اعتماد نہیں کرنا، اور اسے صرف سامان تعیش کے طور پر استعمال کرنا ہے (ملخص از اسلام اور عورت)۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف تمدن ہند میں ہندوستانی سماج میں عورت کی حیثیت کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ ''برہمنی زمانہ اور تہذیب میں عورت کا وہ درجہ نہیں رہا تھا جو ویدی زمانہ میں تھا، منو کے قانون میں (بقول ڈاکٹر لی بان) عورت ہمیشہ کمزور اور بے وفا سمجھی گئی ہے، اور اس کا ذکر ہمیشہ حقارت کے ساتھ آیا ہے۔'' ''شوہر مرجاتا تو عورت گویا جیتے جی مرجاتی، اور زندہ درگور ہوجاتی، وہ کبھی دوسری شادی نہ کرسکتی، اس کی قسمت میں طعن وتشنیع اور ذلت وتحقیر کے سوا کچھ نہ ہوتا، بیوہ ہونے کے بعد اپنے متوفی شوہر کے گھر کی لونڈی اور دیوروں کی خادمہ بن کر رہنا پڑتا، اکثر بیوائیں اپنے شوہروں کے ساتھ ستی ہوجاتیں۔ ڈاکٹر لی بان لکھتا ہے: ''بیواؤں کو اپنے شوہروں کے ساتھ جلانے کا ذکر منوشاستر میں نہیں ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسم ہندوستان میں عام ہو چلی تھی کیونکہ یونانی مؤرخین نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔'' (تمدن ہند)

اس کے برخلاف اسلام دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کو نہایت ہی بلند ترین مقام عطا فرمایا ہے، اس نے

عورتوں کے معاشی، معاشرتی، مذہبی، سیاسی، تعلیمی، قانونی غرض یہ کہ ہر طرح کے حقوق کا مکمل لحاظ رکھا ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ عورت محض سامان لذت یا بزم عیش کا کھلونا نہیں ہے، اس نے عورتوں کے حقوق سے متعلق اس قدر ہدایات دی ہے کہ ان پر عمل کرنے سے صنف نازک کی عزت وعظمت اور جان و مال کو تحفظ مہیا ہوجاتا ہے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد مبارک میں عورتوں کو درجہ کے لحاظ سے مردوں کے ہمسر و برابر قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: انما النساء شقائق الرجال۔ عورتیں مردوں کے برابر ہیں۔ اگر اسلام نے مردوں کو ناگزیر حالات و وجوہات کی بناء پر طلاق دینے کا اختیار دیا ہے تو وہیں عورتوں کو بھی شوہر کے ظالم یا ناکارہ ہونے یا دیگر معقول اسباب واعذار پائے جانے پر قاضی وقت یا عدالت سے رجوع کر کے مرد سے خلع لینے کا مکمل اختیار دیا ہے۔ اسلام نے عورتوں کو نہ صرف مردوں کے مساوی حقوق عطا کئے بلکہ اس نے عورت کو ماں کی صورت میں مردوں کے احترام وعظمت اور بیٹی و بہن کی صورت میں ان کے پیار و شفقت اور بیوی کی صورت میں محبت والفت اور دل بستگی کا محور وحقدار قرار دیا۔ اگر وہ ماں ہے تو اس کے قدموں کے نیچے جنت بچھادی، اگر بیٹی یا بہن ہے تو اسکی بہترین نگہداشت اور صحیح تعلیم وتربیت پر مردوں کو جنت کی بشارت دے دی، اگر وہ بیوی ہے تو وہ دنیا کا سب سے بہترین سرمایہ اور بڑا خزانہ ہے، مردوں کو اس کے ساتھ حسن معاشرت اور بہترین سلوک کا حکم دیا گیا ہے، حتی کہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے شخص کو معاشرہ کا سب سے بہترین فرد قرار دیا چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی قدر ہے (خیرکم خیرکم لاھلہ و انا خیرکم لاھلی) تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا ہو اور حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہو، اور میں تم سب میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ اچھا ہوں۔

اسلام نے عورت کو جو مقام ومرتبہ دیا ہے اس کا استقصاء اس مختصر مضمون میں ناممکن ہے، اس کے لئے تو ایک مستقل وضخیم دفتر درکار ہے، میں نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب میں عورتوں سے متعلق پائے جانے والے تصورات ونظریات اور اسلام میں بیان کردہ ان کے حقوق اور ان سے متعلق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات مبارکہ کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ ملت اسلامیہ ہندیہ کے سادہ لوح افراد حکومت و میڈیا کے ذریعے پیدا کئے گئے اس مسموم پروپیگنڈے کا شکار نہ ہونے پائیں۔

□□□

ضروری اعلان

محترم قارئین کرام!

جن لوگوں کا سالانہ چندہ ختم ہوگیا ہے اور بعض لوگوں کا کئی سال کا بقایا ہے۔ ان سے گذارش ہے کہ جلد از جلد بقایا رقم ادا فرمادیں، اس وقت ادارے کو رقم کی سخت ضرورت ہے نیز اگر رسالہ جاری رکھنے کا ارادہ نہ ہو، مطلع کردیں تاکہ ادارے کا مزید نقصان نہ ہو۔

رضوان کا سالانہ چندہ مبلغ -/300 روپے ہے۔

جو حضرات دفتر سے معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ۲ ربجے سے شام ۵ ربجے تک فون پر رابطہ کرسکتے ہیں۔ جمعہ کے دن دفتر بند رہتا ہے۔

دفتر کھلنے کا وقت ۲ ربجے سے ۵ ربجے تک ہے، دیگر اوقات میں فون نہ کریں۔

رابطہ کیلئے : Mobile : 9415911511

مولانا دبیر احمد قاسمی

نیک صحبت کے فوائد

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو ایک معاشرتی اور سماجی مخلوق بنایا ہے، وہ سماج اور معاشرہ سے کٹ کر زندگی نہیں گزار سکتا۔

احتیاج و مجبوری اس کی فطرت کا خاصہ ہے، اس لئے وہ زندگی کے ہر موڑ پر اپنے ابنائے جنس کی ضرورت محسوس کرتا ہے، اس لئے ایک صالح انسانی معاشرے کی تشکیل کے لئے یہ نہایت ضرورت ہے کہ انسانوں کے باہمی تعلقات استوار اور مستحکم ہوں۔

اسلامی تعلیمات کا اگر ہم جائزہ لیں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ اسلام نے جس طرح انسانی رشتوں اور سماجی رابطوں کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے کسی دوسرے مذہب میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

اسلام نے انسانوں کے باہمی تعلقات اور سماجی رشتوں کی اہمیت پر اس قدر زور دیا ہے کہ اسلام کا پورا فلسفۂ اخلاق اسی ایک محور کے گرد گھومتا نظر آتا ہے، چنانچہ اگر آپ اسلام کی اخلاقی تعلیمات پر ایک نظر ڈالیں جس کی روح انسانوں کے ساتھ محبت وخیر خواہی، عدل ومساوات اور انسانیت کا احترام ہے تو بخوبی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ ان تعلیمات کا مقصد ایک ایسے صالح معاشرہ کی تشکیل ہے جس میں انسانوں کے درمیان کامل ربط واتحاد اور موافقت وہم آہنگی پائی جائے۔ اخلاقِ حسنہ پر اگر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی جائے تو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کا مقصد انسانی رشتوں کا استحکام اور تحفظ ہے۔ اخلاقِ ذمیمہ، مثلاً حسد، کینہ، تکبر، غیبت و چغلخوری، قطع رحمی اور بدگمانی وغیرہ سے بھی اس لئے سختی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے کہ یہ چیزیں باہمی تعلقات اور آپسی رشتوں پر منفی اثر ڈالتی ہیں اور معاشرے میں فساد اور بگاڑ کا باعث ہوتی ہیں۔

معاشرتی اور سماجی رشتوں کی اہمیت کے پیش نظر ہی رسول خدا نے ارشاد فرمایا: **"المؤمن الذی یخالط الناس و یصبر علی اذاھم خیر من المؤمن الذی لا یخالط الناس ولا یصبر علی اذاھم۔"** وہ مومن جو لوگوں کے ساتھ مل جل کر زندگی بسر کرے اور ان کی طرف سے پیش آنے والی تکالیف پر صبر کرے وہ اس مومن سے بہتر ہے جو خلوت نشینی اور دنیا سے بے تعلقی کی زندگی گزارے اور لوگوں کی تکالیف پر صبر نہ کرے۔ (رقم الحدیث: 383، الادب المفرد للبخاری: 4030، ابن ماجہ، مسند احمد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوالِ حکمت میں ہمیں یہ قول بھی نظر آتا ہے: **"اعجز الناس من عجز عن اکتساب الاخوان، واعجز منه من ضیع من ظفر به منهم۔"** نہایت کمزور اور عاجز ہے وہ شخص جو کسی کو اپنا دوست نہ بنا سکے اور اس سے بھی زیادہ عاجز وہ شخص ہے جو پرانے دوستوں سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔

انسانی طبیعت پر ماحول کا اثر

انسانی تعلقات اور سماجی رشتوں کی اہمیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان اپنے گردوپیش اور ماحول سے جس قدر متاثر ہوتا ہے۔ اتنا زیادہ وہ کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتا۔ گردوپیش کی فضا اور ماحول کا اثر صرف انسان پر نہیں پڑتا، بلکہ بعض اوقات عام حیوانات بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں، علم العمران کے ماہر علامہ ابن خلدون کے یہ قول وہ جانور جو صحرا میں رہتے ہیں ان کی کھال

میں خشونت وسختی نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہیں، ان کے بالمقابل انسانی آبادی میں رہنے والے جانوروں کی کھالیں نرم ہوتی ہیں، ان میں توحش و درندگی بھی ویسی نہیں پائی جاتی جیسی صحرائی جانوروں میں ہوتی ہے۔

گرد و پیش کا ماحول جیسا ہوتا ہے انسان کی طبیعت پر عموماً ویسے ہی اثرات مرتب ہوتے ہیں، چنانچہ معاشرے میں اگر صلاح وخیر کا عنصر غالب ہو تو انسان میں صلاح وتقویٰ کے آثار نمایاں ہوں گے اور اگر معاشرہ اخلاقی اور عملی بگاڑ کا شکار ہو تو وہ فسق وفجور اور گناہ ومعصیت کا خوگر ہوگا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی میں اسی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے: **"کل مولود یولد علی الفطرة، فأبواه یهودانه، اور ینصرانه، او یمجسانه، کما فی البهیمة تنتج البهیمة، هل تری فیها جدعاء؟"** (رقم الحدیث: 1330، صحیح البخاری 4809)

ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں، اس کی مثال ایسی ہے، جیسے جانور کا بچہ صحیح سالم پیدا ہوتا ہے، کیا تم دیکھتے ہو کہ ان میں کوئی ایسا بچہ بھی پیدا ہوتا ہے جس کے اعضاء ناتمام ہوں؟

ظاہر کا اثر باطن پر

انسان اپنے ماحول اور گرد وپیش کے حالات سے کس درجہ متاثر ہوتا ہے اس کو ایک اور مثال سے یوں سمجھئے کہ بعض اوقات انسان کے ظاہری اعمال کا اثر اس کے باطن پر بہت گہرا ہوتا ہے، چنانچہ اگر اس کا ظاہر پاک اور صاف ستھرا ہو تو کوئی عجب نہیں ہے کہ اس کی ظاہری نظافت و پاکیزگی اس کے باطن کے غبار کو بھی دھودے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے نظافت و پاکیزگی کو ایمان کا نصف قرار دیا ہے۔

دوسری قوموں سے تشبہ اختیار کرنے سے سختی سے روکا گیا اور ان کے رسم ورواج، تمدن اور کلچر کے بجائے اسلامی تمدن اور اسلامی تہذیب کو ایک مسلمان کی زندگی کا دستور العمل قرار دیا گیا۔

آپ کا ارشاد ہے: **"مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔"** (ابوداؤد)

بعض اعمال ظاہری جذبہ اور ظاہری کیفیت کے ساتھ انجام دیے جاتے ہیں، لیکن اجر وثواب کے اعتبار سے ان کا درجہ خدا تعالیٰ کے یہاں ان اعمال کا سا ہوتا ہے جو اخلاص سے کئے جاتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے: **"فان لم تبکوا فتباکوا"** اگر دعا میں رونا نہ آئے تو رونے کی سی صورت اختیار کرلو۔

غزوۂ حنین سے واپسی کے موقع پر آپ نے ایک مقام پر نماز کے لئے پڑاؤ ڈالا، حضرت بلالؓ نے اذان کہی تو مشرکین کے کچھ بچے، جو وہاں کھیل کود میں مصروف تھے، اذان کا مذاق اڑانے لگے، ان بچوں میں حضرت ابومحذورہؓ بھی تھے، آپ نے ان کو اپنے قریب بلایا اور دوبارہ اذان کے کلمات کہلوائے، ابومحذورہؓ کی عمر اس وقت سولہ برس تھی، ان کلمات کا مفہوم وہ خوب سمجھتے تھے، یہ ان کے مشرکانہ عقیدے سے متصادم تھا، اس لئے انہوں نے جھجکتے ہوئے شہادت کے الفاظ کہے، مگر اسے ان الفاظ کی تاثیر کہئے یا اعجازِ مسیحائی کہ اس کا اثر ان کی روح میں اترتا چلا گیا۔

ماحول کی اثر انگیزی حکومت کے قوانین سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے، چنانچہ حدود وتعزیرات کے ذریعے اس طرح جرائم پر قابو نہیں پایا جاسکتا جس طرح اچھی تربیت انسان کو جرائم سے باز رکھ سکتی ہے۔ تعزیرات اور سزائیں گناہوں کا خوف تو دل میں پیدا کرسکتی ہیں، لیکن گناہوں کی نفرت دل میں نہیں بٹھا سکتیں۔ اس لئے اسلام نے معاشرہ کی اصلاح پر بہت زور دیا ہے، جب تک ایک اچھا ماحول پیدا نہ ہوجائے کوئی صالح معاشرتی انقلاب رونما نہیں ہوسکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے والدین کو حکم فرمایا کہ: **"مُرُوْا اَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ اَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِيْنَ، وَ اَضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا وَ هُمْ اَبْنَاءُ عَشْرٍ۔"**

(رواہ احمد 2/180، ابوداؤد 1-133/1)

ترجمہ: اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو

جب وہ سات برس کے ہوں اور ترک نماز پر ان کو مارو جب وہ دس برس کے ہوجائیں۔

تاکہ ابتدا سے انہیں اچھا اور بہتر ماحول ملے اور آگے چل کر ان کی شخصیت کی تعمیر صحیح خطوط پر ہوسکے۔

نیک بیوی کا انتخاب

ازدواجی زندگی کی رفاقت سب سے طویل ہوتی ہے اور اسی نسبت سے وہ انسان کے اخلاق وکردار پر سب سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہے۔

اس لئے شوہروں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اپنے لئے ایسی شریک حیات کا انتخاب کریں جس میں دین واخلاق کا جوہر ہو۔

"فاظفر بذات الدین تربت یداك۔"(سنن ابن ماجہ)

ترجمہ: تو دیندار بیوی کو حاصل کر۔ تیرے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

ابن ماجہ ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے:

عورتوں سے (محض) ان کی خوبصورتی کی وجہ سے شادی مت کرو ہوسکتا ہے کہ ان کی خوبصورتی ان کو ہلاکت میں ڈال دے اور نہ ان سے ان کے مال کی وجہ سے شادی کرو ان کے اموال ان کو سرکش بنادیں گے، البتہ ان سے دینداری کی بنیاد پر شادی کرو اور یقیناً کان میں سوراخ والی کالی باندی جو دیندار ہو بہتر ہے۔

زندگی کے طویل اور اکتا دینے والے سفر میں بہت سے نشیب وفراز آتے ہیں، یہ صرف پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں کا سفر بھی ہے، اس کٹھن سفر میں جس طرح ایک نیک خاتون مرد کے شانہ بشانہ چل سکتی ہے کسی بے دین اور مغرب زدہ عورت سے ہرگز اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

علامہ سندیؒ نے ابن ماجہ کی اس حدیث پر جو حاشیہ قلم بند کیا ہے اس کا ترجمہ یہ ہے:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی مثال قرآن کی آیت ہے۔ کہ بیشک مسلمان لونڈی (آزاد) مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمہیں بھلی ہی لگے۔

نیک عورت نہ صرف یہ کہ شوہر کے حقوق ٹھیک طور پر ادا کرے گی، بلکہ اس کے بچوں کی اصلاح اور تربیت کا فرض بھی بخوبی انجام دے گی، اس کی وجہ سے گھر میں خوش گوار اور دینی ماحول پیدا ہوگا۔

مردوں کی طرح عورتوں کے اولیاء کو بھی حکم دیا گیا کہ وہ ان کے لئے ان مردوں کا انتخاب کریں جن کا دین اور اخلاق پسندیدہ ہو۔

جب تمہیں ایسے لوگ پیغام نکاح دیں جن کا دین اور اخلاق عمدہ ہو تو ایسے لوگوں سے اپنی عورتوں کا نکاح کردو، اگر ایسا نہیں کروگے تو زمین میں بڑا فتنہ اور فساد ہوگا۔(ترمذی)

نیک صحبت کی اہمیت

قرآن وسنت میں بار بار تاکید کے ساتھ صالحین کی صحبت اختیار کرنے، مجالس خیر میں بیٹھنے اور بری صحبت سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

(یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین)

(توبہ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔

ایک موقع پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ:"لا تصاحب الامؤمنا ولا یاکل طعاملك الا تقی۔"(ابوداؤد) تم مومن کے علاوہ کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ اور تمہارا کھانا صرف متقی لوگ کھائیں۔

یہ ہے اسلام کا تصور محبت ودوستی، دوستوں کے عقائد واعمال اور افکار ونظریات انسان پر بہت گہرا اثر ڈالتے ہیں، اس لئے دوست کے انتخاب سے پہلے بہت غور وفکر کی ضرورت ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا:"المرء علی دین خلیلك فانظر احدکم من یخالل۔" (مسند احمد، ترمذی) انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لئے تم میں سے ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کس سے دوستی کررہا ہے۔

جس طرح اہل صدق واہل تقویٰ کی صحبت انسان کی زندگی پر مثبت اثر ڈالتی

ہے، اسی طرح برے لوگوں کی صحبت وہم نشینی کے منفی اثرات بھی زندگی پر پڑتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دل نشیں مثال کے ذریعہ اس کی وضاحت فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ برے ہم نشیں اور اچھے ساتھی کی مثال عطار اور لوہار کی سی ہے۔ اچھا ساتھی عطر فروش کی طرح ہے کہ یا تو تمہیں عطر تحفہ دے گا یا تم اس سے عطر خرید کروگے یا کم از کم تم اس کے پاس اس کی پاکیزہ خوشبو سے لطف اندوز ہوگے۔ برا ساتھی بھٹی میں دھونکنے والے کی طرح ہے جو یا تو تمہارے بدن اور کپڑے کو جلادے گا یا تم اس کی بدبو پاؤ گے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "**اھــــل الاھواء، فــان مـجـالستهم معرضة لـلـقـلـب۔**" بروں کی صحبت میں نہ بیٹھو، اس لئے کہ ان کی صحبت دل اور روح کو بیمار کردیتی ہے۔

بروں کی صحبت دین وایمان کو تباہ کردیتی ہے اور انسان کو راہِ حق سے منحرف کردیتی ہے، بروں کو دوست رکھنے والا قیامت میں پشیمان اور شرمندہ ہوگا، وہ کہے گا کہ اے کاش! میں نے فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھے حق حاصل ہونے کے بعد راہ حق سے پھیر دیا۔

(وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا۔ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ)

(الفرقان، آیت: 27-29)

ترجمہ: اور جس دن ناعاقبت اندیش ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رشتہ اختیار کیا ہوتا۔ اے کاش! میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے مجھ کو کتاب نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکادیا۔

صحبت صالح کے ثمرات

اس کے برخلاف نیکوں کی صحبت بگڑے ہوؤں کو سنوار دیتی ہے، ان کی نگاہ کا فیض مس خام کو کندن بنادیتا ہے۔ قتل و غارت گری کے خوگر اور انسانیت کے دشمن جب ان کی صحبت میں بیٹھتے ہیں تو امن کے سفیر اور حق کے پرستار بن کر نکلتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تربیت نے حضراتِ صحابہؓ کو آسمانِ ہدایت کا درخشندہ ستارہ بنادیا۔ یہ آپ کی صحت کا فیض تھا کہ ذرے آفتاب و ماہتاب بن گئے، جو گم کردہ راہ تھے وہ اوروں کے ہادی بن گئے۔

مدرسہ نبوت کے خوشہ چینوں سے جنہوں نے اکتساب فیض کیا، انہیں تابعی ہونے کا شرف حاصل ہوا، انہوں نے نبوت سے قریب کا زمانہ پایا تھا، اس لئے وہ اخلاص وللہیت، دیانت وتقویٰ اور انابت الی اللہ میں صحابہؓ کی ہو بہو تصویر تھے۔

حضراتِ تابعین کی نگاہ لطف ومحبت نے تبع تابعین کو اخلاق واخلاص کا گوہرِ نایاب بنادیا۔

یہ سب کرشمے تھے اہلِ سعادت کی صحبت وہم نشینی کے۔

جمال ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

صحبتے با اولیاء

لیکن یہ تو ان زمانوں کا ذکر ہے جن کے خیر اور تمام زمانوں سے بہتر ہونے کی خبر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، ظاہر ہے کہ قیامت تک کے زمانوں تک ان کا امتداد نہیں ہوسکتا تھا۔

چنانچہ حضرات صحابہؓ و تابعین اور اتباع تابعین کے بعد انسانوں کی اخلاقی و عملی تربیت اور روحانی اصلاح کا کام بزرگان دین اور روحانی پیشواؤں نے انجام دیا۔ انہوں نے انسانوں کو محبت و انسانیت اور خدا ترسی کا درس دیا، گم کردہ راہوں کو منزل سے آشنا کیا۔ وہ دلوں کے چاک کو سینے اور بکھرے انسانوں کو ایک رشتہ میں پرونے کا کام کرتے رہے۔ ان کے وجود سے یہ دنیا کبھی خالی نہیں رہی۔ ان کی سیرت کا اعجاز اور ان کے اخلاق کی پاکیزگی ہمیشہ غفلت شعار انسانوں کے لئے مہمیز کا کام کرتی رہی۔

ان کی صحبت وہم نشینی کے بغیر نیکیوں کی طرف دل کا رجحان ومیلان نہیں ہوسکتا اور نہ گناہوں کی نفرت دل میں پیدا ہوسکتی ہے، اس لئے قرآن مجید نے اہل ایمان کو مخاطب کر کے کہا: (یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور ایسے لوگوں کی معیت وصحبت اختیار کرو جو اپنے اقوال وافعال اور ایمان میں سچے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: (واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ)

اے نبی! اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ جمائے رکھئے جو شب و روز خدا کی اطاعت وعبادت میں معروف رہتے ہیں، جو فقط خدا کی خوشنودی چاہتے ہیں اور اس کی مرضی پر رضامند رہتے ہیں۔

مولانا رومؒ نے صالحین کی صحبت کے اثرات کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا
ہر کہ خواہی ہم نشینی با خدا
او نشیند صحبتے با اولیاء

اولیائے کرام کی صحبت میں گذارے ہوئے لمحات سو سالہ بے ریا عبادت سے بھی بڑھ کر ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کی قربت کی تمنا اور آرزو رکھتا ہے اسے چاہئے کہ صالحین کی صحبت اختیار کرے۔

بعض عارفین کا قول ہے: کونوا مع اللہ، فان لم تقدروا فکونوا مع من یکون مع اللہ۔

ترجمہ: اللہ کی معیت اختیار کرو اگر اس کی قدرت نہ ہو تو اہل اللہ کی صحبت اختیار کرو۔

فتنوں کے دور میں

موجودہ دور فتنوں کی طغیانی کا ہے، ذرائع ابلاغ کی وسعت، سائنس وٹکنالوجی کی ترقیات، بے حیائیوں کے فروغ اور پرنٹ میڈیا اور الیکٹرونک میڈیا کے ذریعہ پھیلائے جانے والے فحش لٹریچر نے اخلاقی طور پر معاشرے کو تباہی کے دہانی پر کھڑا کر دیا ہے، ایسے وقت میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ اخلاقی اور روحانی قدروں کو فروغ دیا جائے۔ اخلاقی انحطاط کا سدباب کیا جائے، بری صحبت اور برے ماحول سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کی جائے۔ معاشرے کے فساد اور بگاڑ کو دور کرنے کے لئے سنجیدہ اقدامات کئے جائیں۔

اس کے بغیر نہ معاشرہ کی اصلاح کا کام شرمندۂ تکمیل ہوسکے گا اور نہ ہم ایک ایسی نسل تیار کرسکیں گے جو عہدِ حاضر کے چیلنجز کا مقابلہ کرسکے اور علمی اور عملی میدانوں میں کوئی نمایاں اور قابلِ ذکر خدمت انجام دے سکے۔

محترم قارئین کرام

ماہ جون 2018 سے رضوان کے سالانہ زرتعاون میں -/100 روپے کا اضافہ کیا جارہا ہے۔ رضوان کا اب سالانہ زرتعاون مبلغ -/300 روپے ہوگا۔ کاغذ اور طباعت میں اضافہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً یہ اضافہ کرنا پڑا، امید ہے کہ قارئین رضوان اس کو بخوشی قبول فرمائیں گے۔

سالانہ زرتعاون -/300 روپے
فی شمارہ -/30 روپے

والسلام
منیجر رضوان

ایجنسی ہولڈر حضرات نئے شرح نوٹ فرمالیں۔

حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب مدظلہ

تزکیہ نفس کی ضرورت

الحمد للہ نحمدہٗ، و نستعینہٗ، و نستغفرہٗ، و نؤمن بہٖ، و نتوکل علیہ، و نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا، و من سیئات اعمالنا، من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ، و من یضللہ فلا ھادی لہ، و نشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ، و نشھد ان سیدنا و سندنا و مولانا محمداً عبدہ و رسولہ، ارسلہ بالحق بصیرا و نذیراً و داعیاً الی اللّٰہ باذنہ و سراجاً منیرا۔

اما بعد! فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ (قد افلح من تزکی، و ذکر اسم ربہ فصلی، بل تؤثرون الحیٰوۃ الدنیا، والآخرۃ خیر و ابقی، ان ھذا لفی الصحف الاولی، صحف ابراھیم و موسیٰ) صدق اللّٰہ مولانا العظیم۔

میرے محترم بھائیو، بزرگو اور دوستو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: (قد افلح من تزکیٰ) تحقیق کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کرلیا، (وذکر اسم ربہ) اور اس نے اپنے رب کا نام لیا (فصلی) اور پھر اس نے نماز پڑھی، عبادت کی۔

(بل تؤثروا الحیاۃ الدنیا) بلکہ تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔ (والآخرۃ خیر و ابقیٰ) حالانکہ آخرت دنیا کے مقابلے میں بہترین بھی (وابقیٰ) اور ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

(ان ھذا لفی الصحف الاولیٰ، صحف ابراھیم و موسیٰ) اور یہ مضمون جو ابھی آپ کے سامنے بیان ہوا، یہ کوئی نیا مضمون نہیں، یہ پہلے صحیفوں میں بھی مذکور و موجود ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں۔ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں، تحقیق کامیاب ہوگیا وہ شخص جس نے اپنا تزکیہ کیا۔

تزکیہ کہتے ہیں، آدمی کا اپنے کو رذائل سے پاک کرنا۔ ایک آدمی مسجد میں بیٹھا ہوا ہے، مسجد اللہ کا گھر ہے، ہر آدمی یہ سمجھ رہا ہے کہ یہ نمازی ہے، نیک ہے، لیکن ہم نہیں جانتے، کوئی نہیں جانتا، کہ اندر کیا ہے؟ کہ اندر گندی چیزیں پائی جاتی ہیں۔

گندے خیالات، گندے تصورات، گندی باتیں، جو ممنوع ہیں، جن کی اجازت نہیں، تو یہ معاملہ باطن کا ہے یا ظاہر کا ہے؟ اندر کا ہے، نظر نہیں آرہا ہے، نظر یہ آرہا ہے کہ یہ نمازی ہے، لیکن اس کے اندر گندے خیالات گندی سوچیں اور یہ اندر کا جو قصہ ہے زیادہ خطرناک ہے۔

آپ دیکھتے ہیں، درخت ہے، اگر خدانخواستہ اس کی جڑ کے اندر کیڑا لگ جائے تو ظاہر ہے تنا بھی ہے، شاخیں بھی ہیں، لیکن وہ جو اندر جڑیں کیڑا لگ گیا ہے وہ اسے اندر ہی اندر کھا رہا ہے۔

آپ دیکھتے ہیں گھروں کے اندر دیمک۔ بظاہر چوکھٹ درست ہے، لیکن اس کے اندر دیمک لگ گئی، اگر باہر سے درخت کی شاخ کٹ جائے تو پریشانی کی بات نہیں، دوبارہ اُگ آئے گی، اگر آپ کے دروازے کی چوکھٹ پر سامان لاتے، لے جاتے ہوئے کوئی خراش آجائے، کوئی بات نہیں لیکن اگر دیمک لگ جائے، تو بظاہر نظر نہیں آرہا، لیکن یہ خطرناک ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ کامیابی اسے حاصل ہوگی جو اپنے اندرون کو پاک کرے۔

اور یہ اندر بگڑنا باہر کے بگڑنے سے زیادہ خطرناک ہے، چنانچہ اندر کا معاملہ روح سے تعلق رکھتا ہے اور باہر کا معاملہ جسم سے تعلق رکھتا ہے اور جیسے جسم کی بیماریاں ہیں

اور ان سے ہم سب واقف ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے واقف ہیں، والد شام کو تھکا ہارا گھر آتا ہے اور آ کے گھر میں سر پکڑ لیتا ہے، تو چھوٹا سا بچہ، چھوٹی سی بچی آ کے کہتی ہے ابو کیا ہوا؟ باپ کہتا ہے سر میں درد ہے، تو چھوٹا بچہ، بچی کہتی ہے میں آپ کو پیناڈول دیتی ہوں، پیناڈول کھالیں، آپ کے سر کا درد ٹھیک ہوجائے گا، چھوٹے چھوٹے بچے بھی بہت سے امراض اور ان کے علاج سے واقف ہیں، بخار ہے، ملیریا ہے، نمونیا ہے، ہیضہ ہے، جگر کی، گردے کی بیماریاں ہیں، جسم سے متعلق ہیں اور ان ساری بیماریوں سے ہم سب واقف ہیں۔

میں تو کہا کرتا ہوں کہ یہ جو ہمارا برصغیر ہے، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش ان ملکوں میں جسمانی علاج کے حوالے سے آپ پانچ آدمیوں کی مجلس میں صرف یہ کہہ دیں کہ میرا پیٹ خراب ہے، تو یہ پانچ آدمی ایک ایک نسخہ بیان کردیں گے، یہ کرلو، یہ کرلو، تو جسمانی بیماریوں سے واقفیت بھی زیادہ ہے اور جسمانی امراض کے علاج کا ادراک اور شعور بھی زیادہ ہے۔

اب تو صورت حال یہ ہے کہ جسم میں ناخن، جس کو ہم کوئی اہمیت نہیں دیتے، اس میں اگر سفید نشانات آنے لگیں تو لوگ کہتے ہیں مولانا! کسی ڈاکٹر کو دکھائیں، یہ اچھی علامت نہیں ہے، چنانچہ پھر معلومات کی جاتی ہیں اور ہر ایک ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتے بلکہ اسپیشلسٹ کے پاس جاتے ہیں، اسی طرح اگر آپ کے بال کسی نے دیکھ لئے اور ان کے کناروں پر شاخیں نکل رہی ہوں، تو لوگ کہتے ہیں مولانا بالوں کی فکر کریں، بیماری لگ گئی ہے، شاخیں ہورہی ہیں، تو جسمانی حوالے سے اتنی چھوٹی چھوٹی چیزیں، جن کی طرف عام طور پر توجہ نہیں جاتی اس پر بھی اختصاص ہے، اسپیشلائزیشن ہے، مخصوص ڈاکٹر ہوگا، حالانکہ یہ جسم بے چارہ کتنے دنوں کا مہمان ہے، کچھ نہیں پتہ ہوسکتا ہے کہ یہ آج کا مہمان ہو اور رات اس کی قبر کے گڑھے میں ہو، ہوسکتا ہے مہینے بھر کا مہمان ہو، ہوسکتا ہے سال بھر کا مہمان ہو، ہوسکتا ہے، چند سال کا مہمان ہو، اس سے زیادہ نہیں، یہ تو جسم ہے اور اس کے بارے میں ہم سب جانتے ہیں کہ اس کا وجود عارضی ہے، ہمیشہ کے لئے نہیں ہے اور پھر یہ جسم جس کو ہم اپنے ہاتھوں سے، کتنی عجیب بات ہے، باپ کو، ماں کو، بیوی کو، بہن کو، بھائی کو، ہم گڑھے کے اندر دفناتے ہیں یا کوئی اور دفناتا ہے؟ اور پھر اپنے ہاتھوں سے اس پر مٹی ڈالتے ہیں، اسے دفن کرتے ہیں، اور یہ کسی کے ساتھ خاص نہیں، سب کو جانا ہے، جتنے آئے ہیں، سب کو جانا ہے اور کہاں جانا ہے؟ اس گڑھے میں جانا ہے، قبر میں جانا ہے۔

تو سب جانتے ہیں کہ یہاں کا قیام بہت وقتی ہے، لیکن امیدیں، منصوبے، پروگرام، کہیں سے بھی یہ نہیں لگتا کہ یہ چند دنوں کا مہمان ہے، کتنی بھاگ دوڑ آج دنیا میں ہورہی ہے، وہ سب جسم کے لئے ہے، حالانکہ اس کا قیام بہت عارضی ہے، اور روح اندر کی چیز ہے، میں نے بہت دفعہ یہ بات عرض کی ہے، لوگ سمجھتے نہیں کہ روح ہے، اس کا کب پتہ چلتا ہے؟ جب فون آتا ہے تو فوراً گھر پہنچیں، آدمی دوڑتا بھاگتا گھر پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ لوگ جمع ہیں، کیا ہوا بھئی؟ کہتے ہیں کوئی بات نہیں، آپ گھر جائیں۔ گھر جاتا ہے، کیا ہوا؟ تو کوئی کہتا ہے کہ اللہ کا فیصلہ آگیا، آپ کے والد صاحب کا انتقال ہوگیا، اب یہ بیٹا کہے کہ میرے والد صاحب کا کہاں انتقال ہوا؟ میرے والد صاحب تو موجود ہیں۔ ہاتھ بھی ہیں، ٹانگیں بھی ہیں، چہرہ بھی ہے، انتقال تو تب ہوتا ہے جب یہاں سے وہاں چلے جائیں، یہ تو لیٹے ہوئے ہیں، موجود ہیں، اگر بیٹا یہ کہے تو غلط کہہ رہا ہے یا صحیح کہہ رہا ہے؟

ہر چیز موجود ہے، پھر کوئی سمجھ دار آدمی کہتا ہے کہ بیٹا! آپ کے والد صاحب کی روح پرواز کرگئی، روح نکل گئی، تو روح ہے یا نہیں ہے؟

چنانچہ اب کیا ہوتا ہے، سب کہتے ہیں جلدی کرو، جلدی کرو، دیر مت کرو، اب میت کے احکام کہ جلدی سے غسل دو، جلدی سے کفن پہناؤ، جلدی سے نماز جنازہ پڑھو اور جلدی سے لے کر قبر میں دفن کردو، یہ احکام ہیں آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ گھر میں کسی کا انتقال ہوا اور کسی وجہ سے تاخیر ہوگئی، بعض وجہیں تو ٹھیک ہوسکتی ہیں، لیکن عام طور پر کہ فلاں کا انتظار، فلاں کا انتظار، شریعت میں

اس کی اجازت نہیں۔ "وكره تأخير صلاته و دفنه ليصلى عليه جمع عظيم بعد صلاة الجمعة." (الدر المختار، كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب فی حمل الميت: 161/3)

و فی الموسوعة الفقهيه: اتفق الفقهاء على انه ان تيقن الموت يبادر الى التجهيز، ولا يؤخر. (الموسوعة الفقيه، تجهيز الميت: 16/7)

تو جب تاخیر ہوتی ہے، تو اس میت کی ماں، اس میت کی بیوی، اس میت کی بہن، وہ کیا کہتی ہیں؟ جلدی کرو، کہیں رات نہ ہوجائے، ہمیں ڈر لگ رہا ہے، جس سے پہلے محبت تھی، آج ماں کو ڈر لگ رہا ہے، آج بیوی کو ڈر لگ رہا ہے، تو میرے دوستو! یہ واقعات ہیں، حقائق ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، سب کے ساتھ یہ ہوگا، اصل چیز روح ہے۔

(يسئلونك عن الروح) لوگ آپ سے (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) روح کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (قل الروح من أمر ربي) آپ کہہ دیجئے کہ روح میرے رب کا امر ہے اور اللہ کے امر کو فنا ہو سکتی ہے؟ جیسے اللہ کو بقا ہے، ایسے ہی اللہ کے امر کو۔

یہ جو روح ہے، اس کی بیماریاں اور وہ اصل بیماریاں ہیں، میں نے ابھی عرض کیا کہ ایک آدمی مسجد میں بیٹھا ہے، ایک آدمی تلاوت کررہا ہے، ایک آدمی ذکر کررہا ہے، ایک آدمی نے دینی وضع قطع اختیار کی ہوئی ہے، لیکن اندر ہی اندر نفسانی، شہوانی، ناپاک، نجس خیالات ہیں۔

ایسا ہے یا نہیں؟ وہ جسم کی بیماریاں نہیں ہیں، آدمی بازار سے گزر رہا ہے عورتوں پر نظر پڑ رہی ہے، کچھ نہیں بول رہا زبان سے، کچھ نہیں کررہا، ہاتھ سے، جسم سے کچھ نہیں کررہا، یہ روح کی بیماری ہے۔

کبر، غرور، اپنے علاوہ کسی کو کچھ نہیں سمجھتا، ایسے ہی بدنظری، جو خوفناک بیماری ہے، عجب خود پسندی، اپنے آپ کو پسند کرنا، کہ میں ہی سب کچھ ہوں، میں ہی اچھا ہوں۔

سمعہ کہ میرے اندر یہ خیالات ہوں کہ لوگ میری بات سن کر کہیں کہ ماشاء اللہ بہت اچھا بیان کیا، بہت اچھی بات کی، یہ روح کی بیماری ہے، آج مسلمان جسمانی بیماریوں سے واقف ہے اور بہت واقف ہے، لیکن آپ مجھے بتائیں کہ جو روحانی بیماریاں ہیں، وہ جسم کی بیماریوں سے نہایت خطرناک ہیں، اس لئے کہ جسم کی بیماری انسان ختم، بیماری ختم، آدمی مرگیا قصہ ختم، یہ سر کا درد ہے، نہ جگر کا درد ہے، نہ پیٹ کا درد ہے، نہ دماغ کا درد ہے، جسم ختم، سارے درد ختم، لیکن روح ختم نہیں ہوتی، اگر دنیا میں ان روحانی بیماریوں کا علاج نہیں کیا اور ان کی اصلاح کی فکر اور کوشش نہیں کی تو یہ آخرت کو برباد کررہا ہے۔

(قد افلح من تزكى) تحقیق کامیاب ہوگیا جس نے اپنے آپ کو، اپنے باطن کو، اپنے باطن کو، اپنے اندرون کو گندگیوں سے پاک کرلیا۔ (وذكر اسم ربه) اور اپنے رب کا ذکر کیا۔ (فصلى) اور اپنے رب کی بندگی اور عبادت کی۔

یاد رکھئے! جب روح پاک ہوگی تو پھر بندگی، بندگی ہوگی اور اگر روح پاک نہیں، اور یہ خیالات ہیں کہ لوگ کہیں کہ نمازی آدمی ہیں، بڑے لمبے لمبے سجدے کرتے ہیں، بڑی لمبی لمبی دعائیں مانگتے ہیں، اس کا مطلب ہے کہ روح صحت مند نہیں اور روح کی اصلاح، صحبت سے ہوگی صحبت بھی اللہ والوں کی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کی، اسی لئے ہم ان کو صحابی کہتے ہیں، چنانچہ جو بھی اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے گا، ان کی صحبت کا یہ اثر ہوگا کہ اگر وہ کچھ بھی نہ بولیں، کچھ نصیحت نہ کریں، تب بھی اثر ہوگا اور اس حوالے سے واقعات میں نے آپ حضرات کو سنائے ہیں، اللہ کے ذکر کا اثر ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمارہے تھے کہ ایک دہریے نے کھڑے ہوکر اعتراض کیا کہ آپ کہہ رہے ہیں کہ اللہ کے یہ نام ہیں اور ان میں یہ اثر ہے، نام تو نام ہوتا ہے، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو جواب نہیں دیا، بلکہ اپنا بیان جاری رکھا، کچھ دیر بعد اس شخص کو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے سخت ڈانٹا، وہ کھڑا ہوگیا اور اس کا چہرہ سرخ، گردن کی رگیں پھولی ہوئیں، حضرت شیخ عبدالقادر

جیلانی نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا آپ نے مجھے اتنی سخت باتیں کہیں، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبدالقادر، اللہ کا بندہ ہے اس بندے کے کلام میں اتنا اثر ہے کہ تمہارا چہرہ سرخ ہوگیا، تمہاری آنکھیں باہر نکلنے لگیں، تمہاری گردن کی رگیں پھول گئیں تو اللہ کے کلام میں کتنا اثر ہوگا؟ اللہ کا ذکر معمولی چیز نہیں۔ (وذکر اسم ربہ) جو اپنے اندرون کو پاک کرے اور پھر ذکر کرے، اللہ کی بندگی، اللہ کی عبادت کرے، تو تیزی کے ساتھ اس کا تعلق اللہ کے ساتھ قائم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ (بل تؤثرون الحیاۃ الدنیا) تم تو دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، میرا مکان ایسا ہوجائے، میرے پاس پیسہ اتنا ہوجائے، میری زمین اتنی ہوجائے، تم تو اسی میں لگے ہو۔ (والآخرۃ خیر و ابقیٰ) یادرکھو کہ یہ دنیا جس کو تم ترجیح دے رہے ہو، یہ ختم ہوجائے گی، یہ دنیا ذلیل اور کمینی ہے اور آخرت بہترین ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہے اور یہ مضمون جو اللہ تعالیٰ بیان فرمارہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں، یہ پہلے صحیفوں کے اندر بھی، حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔

میرے دوستو! ہم اس کی کوشش کریں کہ اپنے باطن کی اصلاح کریں، روح کی فکر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

○○○

بقیہ .... دور غلامی کی واپسی

انہوں نے کہا۔ ''بدقسمتی سے ہمارے اسکول اور کالجوں میں جو کتابیں پڑھائی جارہی ہیں وہ وہی ہیں جو یورپین مصنفین کی لکھی ہوئی ہیں اور یورپی اساتذہ نے جو کچھ پڑھایا ہے اس کے اثرات ہندوستانی آج تک دور نہیں کرسکے، ایسی لکھی ہوئی تاریخوں سے جو تاثر پیدا ہوتے ہیں وہ ہماری قومی زندگی کے سرچشمہ کو متاثر کئے ہوئے ہیں، ہندو مسلمانوں کے جذباتوں کو بھڑکانے میں انگریز مؤرخین نے بڑی مدد پہنچائی ہے۔ نصاب کی یہ چیزیں عمر کے اس زمانے میں پڑھائی جاتی ہیں جب ذہن پر کسی چیز کا گہرا اثر پڑتا ہے پھر اس کا دور ہونا مشکل ہوتا ہے، تو پھر یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ ہندوستانی ایک دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھنے کے عادی ہوگئے اور ان میں باہمی بداعتمادی پیدا ہوگئی، ہندو یقین کرنے پر مجبور ہوگئے کہ مسلمانوں کی آٹھ سوسالہ حکومتیں محض ہوا تھیں، آج وہ مسلمانوں کی تاریخ پر کوئی فخر نہیں کرتے بلکہ اس کو نظرانداز کرکے اپنی قدیم تاریخ سے ہی سب کچھ سیکھنا چاہتے ہیں۔''

مسلمان کیونکہ اپنی افادیت کھو بیٹھے ہیں اس لئے وہ برادران وطن کو کوئی خاطر خواہ صفائی نہ دے سکے جس سے ان کی غلط فہمیاں دور ہوجاتیں اور آپسی بھائی چارہ کی راہ ہموار ہوتی۔ چنانچہ ہندو مسلمانوں کے درمیان غلط فہمیاں بڑھتی گئیں اور فاصلے ہوتے گئے۔ اسی دوران متعصبین کو موقع ہاتھ آیا۔ 1924ء میں ہٹلر کے نازی ازم کے طرز پر ایک تحریک آر ایس ایس (راشٹریہ سویم سنگھ) کے نام سے وجود میں آئی، جس کا مقصد ہی ملک سے مسلمانوں کا خاتمہ ہے۔ آج یہ ملک پھر سے انہیں ہاتھوں میں چلا گیا ہے جنہوں نے اس ملک کے کمزور طبقہ کو اپنا غلام بنایا تھا اور ان پر ظلم کی انتہا کردی تھی۔ دلتوں اور مسلمانوں کی غلامی کے اشارے دیئے جارہے ہیں، حالات بتارہے ہیں اگر ہندوستان اب بھی نہ جاگے اور سنجیدگی نہیں دکھائی اور متحد ہوکر کوئی دانشمندانہ قدم نہیں اُٹھایا تو آنے والا وقت ہماری سوچ سے زیادہ بدتر ہوسکتا ہے۔ اس لئے ایک محب وطن ہونے کے ناطے آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس منفی سوچ کا جم کر مقابلہ کیجئے۔ نفرتوں کے جواب میں محبتوں کو عام کیجئے۔ مذہبی رواداری کی عملی مثالیں پیش کیجئے۔ کچھ لوگ عوام کو گمراہ کررہے ہیں تو آپ لوگوں کو صحیح صورتحال سے واقف کرایئے۔ ذرائع ابلاغ جو آپ کو میسر ہیں ان کا بھرپور استعمال کیجئے اور ہر ہندوستانی تک امن وشانتی کا پیغام پہنچایئے۔ ملک کو غلامی سے بچانا ہمارا اوّلین فریضہ ہے۔

●●●

سوال وجواب

مفتی راشد حسین ندوی

س: محرم کی دس تاریخ کو روزہ رکھنے کی کیا فضیلت آئی ہے؟

ج: احادیث میں اس کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عاشورا یعنی دس محرم کے روزے سے گزشتہ ایک سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ نیز ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کے روزوں کے بعد نفلی روزوں میں سب سے زیادہ فضیلت محرم کے روزوں کی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ محرم میں ایک دن کا روزہ رکھا جائے تو اس سے تیس دن کا ثواب ملتا ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عاشورہ کے علاوہ دوسرے ایام میں بھی روزہ رکھنے میں بڑا ثواب ہے۔

س: کیا محرم کی دس تاریخ کے ساتھ نو کا روزہ بھی رکھنا ضروری ہے؟

ج: اصل میں یہودیوں کی مشابہت کی وجہ سے تنہا یوم عاشورہ کا روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے، یا تو اس کے ساتھ نو محرم کا روزہ رکھ لے یا اگر نو کا نہ رکھ سکے تو گیارہ کا رکھ لے، لہٰذا یہ کہنا کہ اس کے ساتھ ایک مزید روزہ رکھنا ضروری ہے صحیح نہیں ہے، ہاں یہ مستحب کے خلاف ہے۔ (شامی-2/9-91)

س: کیا دس محرم کو اہل وعیال پر وسعت اختیار کرنے یعنی اچھا کھانے پینے کا حکم آیا ہے۔

ج: بیہقی وغیرہ میں حضرت ابوہریرہؓ اور کئی صحابہؓ کے حوالہ سے یہ حدیث وارد ہوئی ہے کہ یوم عاشورہ کو جو شخص اپنے اہل وعیال پر وسعت اور کھانے پینے میں فراوانی کرے تو اللہ تعالیٰ پورے سال اس پر فراوانی رکھتا ہے، لیکن یہ حدیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہے اس لئے صرف فضیلت اور استحباب معلوم ہوسکتا ہے، روزہ رکھنے کی احادیث مسلم وغیرہ میں آئی ہیں اور صحیح ہیں، لہٰذا یہ وسعت روزہ نہ رکھ کر نہیں کرنا چاہئے، وسعت والی حدیث کی فضیلت سحری میں وسعت اختیار کرنے سے بھی حاصل ہوجائے گی نیز افطار کی تیاری دن ہی سے شروع کردی جاتی ہے لہٰذا وسعت اختیار کرنے میں یہ بھی شامل ہے اگرچہ افطار غروب آفتاب کے بعد دن ختم ہوجانے پر کیا جاتا ہے۔ (کتاب النوازل:6/328)

س: کچھ لوگ محرم کے مہینہ خاص کر اس کے پہلے عشرے کو غم کے ایام سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ان ایام میں وہ خوشی کا کوئی کام کرنا غلط سمجھتے ہیں نہ ان ایام میں شادی کرتے ہیں، نہ خوشی کی کوئی دوسری تقریب، شرعاً اس کی کیا حیثیت ہے؟

ج: محرم کو غم کا مہینہ سمجھنا شیعوں کی پھیلائی ہوئی بدعات میں سے ہے، اسلام میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے، اور اس مہینہ میں خوشی کا کام انجام دینے کی کوئی ممانعت قرآن و حدیث میں قطعاً موجود نہیں ہے، سوچنے کی بات ہے کہ شریعت میں عام رشتہ داروں کے لئے تین دن اور بیوی کے لئے چار مہینے دس دن سے زیادہ سوگ منانے کی قطعاً اجازت نہیں ہے، لہٰذا محرم کے مہینہ میں ہر سال سوگ منانا، زینت ترک کرنا اور شادی بیاہ کو منحوس سمجھنا سراسر جہالت اور بے اصل ہے۔ (کتاب النوازل-1/493،494،495)

س: بعض لوگ کہتے ہیں کہ کرسی پر نماز پڑھنے والے کو مسجد کے کنارے پر نماز پڑھنا چاہئے تاکہ صف سیدھی رہے، یہاں تک کہ اگر کنارے تک صف نہ پہنچ رہی ہو تب بھی اس کو اپنی کرسی کنارے رکھنا چاہئے، ان کی بات کہاں تک صحیح ہے؟

ج: اگر صف کنارے تک پہنچ رہی ہو، یا پوری امید ہو کہ کنارے تک پہنچ جائے گی تو افضل یہ ہے کہ کرسی پر نماز پڑھنے والا کنارے اپنی کرسی رکھے تاکہ صفوں میں ظاہری طور سے انقطاع محسوس نہ ہو، البتہ اگر وہ درمیان میں کرسی رکھتا ہے تب بھی نماز ہوجائے گی اس لئے کہ کنارے رکھنا ضروری نہیں ہے۔ (شامی:1/420-421)

س: بڑوں کی صف میں اگر کوئی بچہ کھڑا ہوجائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

ج: شرعی حکم یہ ہے کہ قریب البلوغ بچہ بڑوں کی صف میں شامل ہوسکتا ہے، اگر زیادہ چھوٹے کئی ہوں تو بہتر یہ ہے کہ ان کی ایک صف بنائی جائے، ایک ہی دو ہوں تو صف میں شامل کرلیا جائے اور کسی بھی بچہ کے بڑوں کی صف میں شامل ہونے سے بڑوں کی نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی ہے۔ (البحرالرائق:1/353شامی:1/422)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا؟

میری بیوی نے مجھے ہدایت کی روشنی دکھائی، ایک نومسلم کا تاثر

میری زندگی ایک ہی راستہ پر گامزن تھی، اس میں نہ کوئی نیا پن تھا اور نہ ہی تبدیلی سوائے اس کے کہ میری بیوی کو کسی خلیجی ملک میں کام کرنے کا موقع ملا۔ میں اپنی اولاد کے ساتھ فلپائن میں مقیم رہا۔ چند سالوں کے بعد میں نے اپنی بیوی کے اندر بعض تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا۔ مثلاً معاملات میں احتیاط اور اخلاقیات کی بلندی اور بعض نئے رجحانات جو پہلے اس کے اندر نہیں تھے اور کچھ عرصہ کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنا دین ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ ”ان ملکوں میں جہاں میں کام کرتی ہوں مسلمانوں کی اسلامی زندگی کو دیکھ کر میں بہت متاثر ہوئی پھر میں نے اسلام کا مطالعہ کیا اور جیسے جیسے اسلام کا مطالعہ کرتی گئی اور اسلامی تعلیمات مجھے اپنی طرف کھینچتی گئیں یہاں تک کہ میں نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے اپنی مرضی سے اسلام قبول کیا۔“

شروع میں میری بیوی نے صرف اپنے اسلام پر اکتفاء کیا اور میری نصرانی زندگی کے بارے میں مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی اور اسلام قبول کرنے کا مجھ سے مطالبہ نہیں کیا۔ بس جو بات انہوں نے کی وہ یہ تھی کہ اسلام ہی دین حق ہے ان کی خواہش ہے کہ میں بھی مسلمان ہو جاؤں۔

بارہ سال تک یہی صورتحال رہی، میں نے اپنی بیوی کے اسلام لانے کے ایک سال کے بعد محسوس کیا کہ وہ ایسے اخلاق اور طور وطریق پر عامل ہیں جو مجھ کو اسلام سے قریب تر کر رہے ہیں اور اسلام سے مناسبت پیدا کر رہے ہیں۔ میں نے اپنی بیوی کو اسلام، اس کی فضیلت اور اس سے انتساب کی ضرورت کے سلسلہ میں فکر مند پایا۔ وہ کہتی تھی کہ باطل اور کفر کو چھوڑ دینا چاہئے، اسلام لانے کے بعد وہ مجھ سے پرہیز کرنے لگیں لیکن معاملات اور خدمت میں کوئی کمی نہیں کرتیں اور اس اجتناب سے ان کے دوسرے ملکوں میں کام کرنے سے مدد ملی، انہوں نے دو معاملوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کا معاملہ میرے سپرد کیا جس میں تیسرے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی۔

یا تو اسلام لے آؤں اور مسلمان بیوی کے ساتھ رہوں؟ یا میں ان کو طلاق دے دوں کیونکہ مسلمان عورت کے لئے ایسے آدمی سے وابستہ رہنا جائز نہیں ہے جو مسلمان نہ ہو اور مجھ کو اس پریشان کن موقف سے ان سفروں نے نکالا جو ان کو دوسرے ملکوں کے کام کے سلسلہ میں کرنے پڑتے تھے، کام کی مدت ختم کر کے فلپائن واپس آئیں تو میں خود ملازمت کے سلسلہ میں مملکت عربیہ چلا گیا اور اس طرح علاحدگی برقرار رہی، اور طلاق کی نوبت نہیں آئی۔ میں کیتھولک نصرانی تھا اور میں اپنا دین اس تعصب کی بنیاد پر نہیں بدلنا چاہتا تھا جس نے اسلام کی طرف انتساب شروع ہی سے مجھے روک رکھا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایات کی راہ کھلنے کے بعد میں اس عظیم دین کو اچھی طرح سمجھ گیا اور تعصب کی ضد نے ہتھیار ڈال دیا۔

لااکراہ فی الدین

میرے سفر کرنے کے بعد میری بیوی مجھے خطوط بھیجتی رہی اور فون پر گفتگو کرتی رہیں اور ان کا مطالبہ تھا کہ میں اسلام قبول کر لوں اور یہ بھی مطالبہ تھا کہ میں اسلام کا مطالعہ کروں اور اسلام اور جس دین پر میں

ہوں اس کو موازنہ نہ کروں، انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ انتظار تو کریں گی، مجھ سے طلاق کا مطالبہ نہیں کریں گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہدایت سے سرفراز کردے۔ انہوں نے مجھ سے جو بات کہی وہ یہ تھی کہ ان کی خواہش ہے کہ میں اپنی مرضی سے اسلام میں داخل ہوں نہ کہ زبردستی یا دباؤ کے نتیجہ میں اور اس عظیم آیت کا تذکرہ کیا "لا اکراہ فی الدین" یہ آیت میں نے اتنی بار سنی کہ میں اس کو خود پڑھنے لگا۔ اس کے معانی میں غور وفکر کرنے لگا، اس آیت سے مجھے اطمینان ہوا کہ اسلام بغیر رضامندی کے کسی کو قبول نہیں کرتا اور اسلام قبول کرنے پر مسلمان کسی کو مجبور نہیں کرتے ہیں، اسلام کے بارے میں اور میرے علاوہ بہت سے لوگ یہ تصور کرتے تھے کہ مسلمان لوگوں کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کرتے ہیں اور اسلام کی یہی تعلیمات ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ میری بیوی کے اسلام قبول کرنے سے ہی میرے لئے ہدایت ونجات کی طلب کا دروازہ کھل گیا۔ اس میں شک نہیں کہ میری بیوی نے ایمان کی حلاوت پالی تھی، اور اس بات سے واقف ہوگئی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ خاتم الانبیاء والرسل ہیں دین کی اتباع ہی ہلاکت وگمراہی سے نکالنے والی ہے۔ میں ابھی فکر وتدبر اور مطالعہ ومشاہدہ کے باعث اسلام سے واقفیت حاصل کرنے کے ہی مرحلہ میں تھا اور میں اس دوران مملکت عربیہ ہی میں رہا۔ میری بیوی کی جانب سے مجھے مزید خطوط ملے اور اس دو سال کے وقفہ میں میں نے اپنی بیوی کو اپنے اسلام قبول کرنے کی نیت کے بارے میں باخبر کیا اور اس سے میں نے وعدہ کیا کہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی فلپائن کا سفر کروں گا۔

یہ کہتے ہوئے محمد ویلفرید مغلوب ہوجاتے ہیں اور گلوگیر آواز میں کہتے ہیں، لیکن میرے اسلام قبول کرنے کے بارے میں واقفیت حاصل کرنے سے پہلے ہی میری بیوی کا انتقال ہوگیا۔

میں نے اسلام دیر سے قبول کیا۔ یہ سب کیسے پیش آیا اور میں کب اسلام لایا؟ تقریباً دو ماہ ہوئے میں نے اپنی چھٹی گزارنے کے لئے فلپائن کے سفر کا ارادہ کیا اور سفر سے کچھ دن پہلے ہی مجھے اپنی بیوی کی بیماری اور اسپتال میں بھرتی ہونے کی اطلاع ملی اور مجھے معلوم ہوا کہ انہیں شوگر اور تنفس کی شکایت ہے اور ان دنوں میں اسلام سے مکمل طور پر مطمئن ہوچکا تھا اور عملاً اس دین حنیف سے نسبت کرنے کے بارے میں طے کرچکا تھا اور اپنے اسلام کا بھی اعلان کردیا اور کلمہ شہادت پڑھا اور کفر وضلالت کی زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکال پھینکا۔ تاکہ ایمان ویقین اور دارین کی سعادت حاصل کرسکوں۔

جب میں نے سفر کرنے کے بارے میں بتانے کا ارادہ کیا تو اسی دوران ان کی وفات کی خبر مجھے موصول ہوئی۔ میں ان کو اپنے اسلام قبول کرنے کی اطلاع کرکے ان کی دلی تمنا پوری کرنے کی مسرت نہ حاصل کرسکا۔ اس پر مجھے بڑا رنج ہوا میں اپنے اندر ایسا غم اور افسوس محسوس کررہا ہوں جو صرف بیوی کے جدا ہونے ہی کا نہیں ہے بلکہ مجھے یہ غم بھی ہے کہ انہیں میرے اسلام قبول کرنے کا علم نہ ہوسکا، اس لئے کہ انہوں نے ہی مجھے نصیحتیں کی تھیں اور میرے سامنے اسلامی دعوت پیش کی تھی اور اس سلسلہ میں 12 سال کی مدت تک صبر کیا تھا، یہی وجہ تھی کہ میری یہ خواہش تھی کہ انہیں اس کا علم ہوجاتا کہ ان کی کوشش اور ان کا صبر ضائع نہیں ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اور مجھے بھی اسلام میں داخل ہونے کی توفیق عطا فرمائی، میں اللہ کا ہر حال میں بہت زیادہ شکر ادا کرتا ہوں۔

میری بیوی کی تمنا تھی کہ ہم دونوں ساتھ ساتھ صاف ستھری اور سچی اسلامی زندگی گزاریں لیکن اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے پاس بلالیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اب میں اللہ تعالیٰ سے ہر وقت اور ہر نماز میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ جنت میں اور دار الخالدہ میں مجھ کو میری بیوی کے ساتھ جمع کرے۔

□□□

محترم ایم شفیق احمد

پودینہ: ایک حیرت انگیز جڑی بوٹی

ہزاروں برس پہلے پودینہ مصر میں اُگایا جاتا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کا آبائی وطن یورپ کا کوئی ملک ہے۔ پودینہ ہر موسم میں ہوتا ہے۔ اس کے ڈنٹھل پر چاروں طرف پتیاں لگتی ہیں اور یہ خوشبودار ہوتا ہے۔ اس کے پودے کی اونچائی ایک فیٹ کے قریب ہوتی ہے۔ یہ بیج سے نکلتا ہے اور اس کا پودا خودرو پودوں کی طرح تیزی سے پھیلتا ہے، چنانچہ قریبی پودوں کو اس کی جڑیں نقصان پہنچاتی ہیں۔ پودینے کو سبزیوں سے الگ کھلی جگہ پر اُگایا جاتا ہے۔ ایک بار مٹی میں اس کا بیج پھینکنے سے بعد کسانوں کو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں دینی پڑتی، البتہ وقت پر کھاد اور پانی دینا پڑتا ہے۔ اسے گھروں اور گملیوں میں بھی اُگایا جاتا ہے، تاکہ خواتین ضرورت پڑنے پر اسے استعمال کرسکیں۔ کچھ لوگ اسے گھر میں نہیں اُگاتے، بازار سے خرید لیتے ہیں۔ پودینہ گڈی کی صورت میں ملتا ہے۔

پودینہ مشرق وسطی کے ممالک میں کثرت سے اُگایا اور کھایا جاتا ہے۔ بھنے ہوئے گوشت پر اس کی چٹنی لگا کر کھائی جاتی ہے یا پھر اسے سبزیوں کے سلاد میں ڈالا جاتا ہے۔ پودینے کا سوپ بھی بنایا جاتا ہے۔ اگر شربت میں ڈالا جائے تو اسے خوشبودار بنادیتا ہے۔ اس کی ٹکیاں جو پیپر منٹ کہلاتی ہیں، ہاضمے کو درست رکھنے کے لئے کھائی جاتی ہیں۔ پودینہ ٹوتھ پیسٹ، چیونگم اور مٹھائیوں میں ڈالا جاتا ہے۔ پیپر منٹ کو ذائقے اور ٹھنڈک کے لئے پان میں ڈالا جاتا ہے۔ بعض کمپنیاں اسے سگرٹ میں بھی ڈالتی ہیں، تاکہ سگرٹ پینے والوں کو ہر کش لگانے پر ٹھنڈک اور سکون کا احساس ہو۔ نزلہ، زکام اور کھانسی کے لئے شہروں اور مضافاتی علاقوں میں پودینہ استعمال کیا جاتا ہے۔ پودینے کی طاقتور خوشبو سے چیونٹیاں اور کیڑے مکوڑے دور بھاگتے ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان میں جب پکوڑے اور سموسے کھائے جاتے ہیں تو پودینے کی چٹنی ضرور بنائی جاتی ہے۔

100 گرام پودینے میں درج ذیل صحت بخش اجزاء ہوتے ہیں:

نمی 84.9 فیصد، لحمیات (پروٹینز) 4.8 فیصد، چکنائی 0.6 فیصد، معدنیات (منرلز) 1.9 فیصد، نشاستہ (کاروہائڈریٹ) 5.8 فیصد، کیلشیم 290 گرام، فاسفورس 63 ملی گرام، فولاد 15.6 ملی گرام، حیاتین ج (وٹامن سی) 27 گرام اور حرارے (کیلوریز) 48 ملی گرام۔ اس کے علاوہ پودینے میں حیاتین الف، ب، د، اور ہ (وٹامنز اے، بی، ڈی اور ای) بھی قلیل مقدار میں ہوتی ہیں۔

پودینے کی پتیوں کا رس جب حکمت کی ادویہ میں ڈالا جاتا ہے تو انہیں کھانے سے پیاس بجھ جاتی ہے۔ پودینہ روزانہ کھانے سے جسم کا وزن کم ہوجاتا ہے۔ پودینے کا تیل مختلف بیماریوں کو دور کرنے کے لئے کھایا جاتا ہے۔ اس کو کھانے سے بھوک بھی خوب لگتی ہے۔ یہ بدہضمی، قے اور دست آنے سے روکتا ہے۔ خون میں شکر اور کولیسٹرول کی سطح کو قابو میں رکھتا ہے۔ چہرے پر پودینے کی پتیوں کا رس روزانہ لگانے سے جھریاں دور ہوجاتی ہیں۔ یہ مختلف لوشنوں اور کریموں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

جدید عہد میں پودینے کی خوشبو سے علاج بھی کیا جاتا ہے۔ پودینے کو برطانیہ میں بڑے پیمانے پر اُگایا جاتا ہے۔ امریکا، یورپ، جاپان اور چین میں اسے کاشت کیا جاتا ہے۔ لوگ پودینے کی چائے پیتے ہیں، اس کے چیونگم اور ہاضمہ درست رکھنے کے لئے اس کی پتیاں چباتے ہیں۔ پودینہ اعصاب کے لئے مفید ہے۔ پودینے کا تیل دماغ کو سکون اور ٹھنڈک بخشتا ہے۔ یہ دماغی پریشانیاں دور کرتا ہے۔ سر کے درد سے نجات دیتا ہے۔ پودینے کے تیل سے مساج بھی کیا جاتا ہے۔ وہ مائیں جو بچوں کو دودھ پلاتی ہیں، انہیں پودینے کا تیل جسم پر نہیں لگانا چاہئے، اس لئے کہ نومولود پر اس کا اچھا اثر نہیں پڑتا۔

پودینہ ایسی جڑی بوٹی ہے، جو ہر صورت میں فائدہ مند ہے۔

آخری صفحہ

ورنہ دنیا آپ کو اٹھا کر باہر پھینک دے گی

مولانا محمد قمر الزماں ندوی
استاد مدرسہ نور الاسلام کنڈہ پرتاپگڑھ

حضرت احمد شاہ ابدالیؒ جو اپنے زمانے کے مشہور ترین بزرگوں میں سے تھے، اور آج بھی ان کا نام قطب وابدال کی فہرست میں سرفہرست ہے۔ ان کے مریدوں اور مسترشدوں نے ان کے ملفوظات ومواعظ کو اور ان کے حکیمانہ اقوال کو نقل کیا ہے جو انتہائی بلیغ معنی خیز ہیں اور دور رس نگاہ کے حامل ہیں۔ ایک موقع پر انہوں نے حاضرین اور مسترشدین کو مخاطب کر کے فرمایا:

''آپ (لوگ) تا قیامت دشمنوں کے نرغے میں ہیں، لہٰذا تقویٰ، اتحاد، خدمتِ خلق اور علوم وفنون میں نئی نئی تحقیقات وایجادات کے ذریعہ خود کو بیش قیمت بنائے رکھئے، ورنہ زمین کا بوجھ بنتے ہی دنیا آپ کو اٹھا کر باہر پھینک دے گی''۔

یہ حقیقت ہے کہ جو انسان کسی بھی اعتبار سے ملک وملت اور سماج ومعاشرہ کے لیے مفید اور نفع بخش ہوتا ہے اس کا وجود روئے زمین کے لئے وجہ مسرت اور باعث تسکین اور ذریعہ فرحت ہوتا ہے لوگ ایسے شخص کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ بار الٰہ اس کے وجود کو باقی رکھ اور اس کا سایہ تادیر قائم رکھ ایسے افراد موت کے بعد دنیا میں ہزاروں سال زندہ اور تابندہ رہتے ہیں اور ان کے نیک تذکرے کبھی ختم نہیں ہوتے اور ایسے لوگوں کے بارے میں شاعر یوں اظہار خیال کرتا ہے:۔

موت اس کی ہے کرے جس پہ زمانہ افسوس

اور جو لوگ نافعیت سے خالی ہوتے ہیں اور جن کی زندگی لازم ہوتی ہے متعدی نہیں ہوتی وہ لوگ جو صرف اپنے لئے جینا جانتے ہیں ان کا وجود زمین کے لئے بوجھ ہوتا ہے بلکہ ان کی موت ان کی زندگی سے بہتر ہے تاکہ ان کی بے نفع اور بے سود زندگی سے دنیا پاک رہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید (سورہ رعد) میں اس شخص کی بقا وتحفظ کا وعدہ فرمایا ہے جو لوگوں کے لئے نفع بخش ہو اور جو سمندری جھاگ کی طرح بے وزن اور غیر مفید ہوتا ہے، معاشرہ میں اس کی کوئی اہمیت نہیں رہتی، وہ کوڑا کرکٹ کی طرح بہہ جاتا ہے، جس کی طرف کوئی توجہ دینے والا بھی نہیں ہوتا۔

ایک موقع پر صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا کہ بہترین انسان کون ہے؟ تو آپؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ بہترین انسان وہ ہے جو سب سے زیادہ نماز پڑھنے والا ہو، جو زیادہ روزے رکھنے والا ہو، جس نے متعدد حج کئے ہوں، بلکہ آپؐ نے فرمایا کہ بہترین انسان وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔

گویا انسانی خدمت کو آپؐ نے ترجیحی حیثیت دی۔ کیوں کہ اس کا نفع دوسروں تک متعدی ہوتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات کا حاصل یہ ہے کہ ہم اپنے وجود کو روئے زمین پر نفع بخش بنائیں اور اپنے قوتِ بازو میں پنہاں راز سعادت کو پالیں ورنہ ہم زمین کا بوجھ بن جائیں گے اور دنیا ہمیں اور آپ کو اٹھا کر باہر پھینک دی گے۔

□□□